روداد مین غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے اعلانات اور انکی نہایت اہم تقریرین بھی درج کردیگئی ہین، ان خصوصیات کی وجہ سے کتاب نے تاریخی حیثیت حاصل کرلی ہو، وسط کتاب مین اناطولیہ کے میدانِ جنگ کا ایک نقشہ اور آغازِ کتاب مین غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی ایک تصویر بھی ہو، کاغذ چکنا عمدہ، لکھائی چھپائی صاف اور اچھی تقطیع متوسط صفحے ۱۵۲ قیمت عہ، ملنے کا پتہ: منیجر نجات بک ایجنسی، بجنور۔ یو۔ پی،

سپاہیانہ زندگی، تالیف جناب اکبر شاہ خانصاحب نجیب آبادی، کتاب کا موضوع محنت وجفاکشی کے فواید اور کاہلی وعیش پرستی کے نقصانات دکھانا ہے، "سپاہیانہ زندگی" سے مصنف کی مراد کیا ہے، اُسکی تشریح مقدمۂ کتاب مین کردیگئی ہے، اس مسئلہ کی طرف مصنف نے خاص توجہ کی ہو کہ مسلمانونکی ترقی کا بڑا اور موثر سبب اُن کی سپاہیانہ زندگی تھی، وہ اس کو مسلمانون کی ایک کھوئی ہوئی دولت قرار دیتا ہے، اور لکھتا ہو کہ "سپاہیانہ طرزِ زندگی کو ضائع کرکے قوم نے اپنے اخلاق سے اثر پذیری کی قوت کو فنا کردیا ہے، اس لیے رہنماؤن کی کوششون کا بڑا حصہ بے نتیجہ رہا" اور اس بنا پر اگر مسلمان ترقی کرنا چاہتے ہین تو پھر انکو اپنی اس کھوئی ہوئی دولت کو حاصل کرنا چاہیے، کتاب کے ابتدائی حصہ مین مصنف نے یونان، ایران اور روم وغیرہ کے طرزِ زندگی سے اپنے خیال ومقصد کے مطابق استشہاد واستدلال کیا ہے، لیکن اس کے استدلال واستشہاد کا بڑا حصہ خود اسلامی تاریخ کے واقعات پر مشتمل ہے، کیونکہ مسلمانون کے لیے اس سے بڑھکر اور کوئی ولولہ انگیز چیز نہین ہے، مصنف کی محنت وکاوش قابلِ داد ہے، امید ہے کہ قوم اُسکو پڑھکر اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریگی؛ کیونکہ یہ واقعہ ہے کہ قوم بغیر سپاہیانہ جوہر اور جفاکشانہ زندگی کے ابھر نہین سکتی، کتاب کا طرزِ بیان اور زبان صاف اور سنجیدہ ہے، لکھائی چھپائی صاف اچھی، کاغذ سفید چکنا تقطیع متوسط صفحے ۱۳۶ قیمت عہ، ملنے کا پتہ برصوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاؤ الدین پنجاب،

مجلد سیزدہم	ماہ شعبان سنہ ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۴ء	عدد سوم

مضامین

تصحیح اغلاط

(ازراہ عنایت فروری نمبر کے حسب ذیل اغلاط درست کرلیجیے)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
				۹۴	۲	سنہ ۳۲۰ھ	سنہ ۳۲۵ھ	۹۹	۷	سنہ ۵۳۴ھ	سنہ ۵۳۳ھ ابتدا ہو	۱۰۳	۱۶	سنہ	سنہ ۴۶
۸۴	۱۲و۱۳	عمرو	عمر	۹۴	۲	سنہ ۵۳۷ھ	سنہ ۵۳۹ھ	۱۰۴	۱۰	سنہ ۵۳۲ھ	سنہ ۵۳۳ھ	۱۳۹	۸	قلع	قدع (اقبال)
۸۶	۲۱	ششہ	ششہ مین	۹۴	۱۳	عرب سنہ ۵۱۶ھ	عرب سنہ ۵۱۵ھ	۱۰۰	۸و۹	۹ برس	۱۲ برس	۱۴۹	۱۲	سنہ ۹۹ھ	سنہ ۱۶۹ھ
۸۷	۱۰	نظری	نظر	۹۰	۹	ہم	×	۱۰۰	۹	تیرنہیں	چھبیس تیس	۱۵۱	۱۲	التقات	التقاط
۸۷	۱۲	صاحب	ضاحکے نے	۹۷	۹	کتاب	اہم کتاب	۱۰۰	۸	۹۴	۹۵	۱۵۱	۱۹	مسوق	مسبوق
۸۸	۱۱	یہ ہے	یہ	۹۷	۹	کے لیے	کے وقت	۱۰۲	۱	نہیں	نہین	۱۵۱	۱۹	غمر	شعر
												۱۵۱	۱۹	معانی	معافی

شذرات

گذشتہ قیاس اور سابق اطلاع کے مطابق یہ نمبر بھی تاخیر کے ساتھ شایع ہو رہا ہے، اب موانع خدا کے فضل و کرم سے تمام تر رفع ہوگیے ہین، کوشش بلیغ کیجا رہی ہے کہ آیندہ حسب دستور اپنے وقتِ خاص پر رسالہ شائع ہوا کرے، والاتمام من اللہ

اردو پریس مین غلطیون کی کثرت کہ ایک مرض عادی کی حیثیت سے ہے چنانچہ ہماری پوری کوشش اور جد وجہد کے بعد بھی معارف کے ہر نمبر مین کچھ نہ کچھ غلطیان رہجاتی ہین، خصوصاً اڈیٹر کی غیبت مین معارف کے چہرہ کا یہ داغ اور زیادہ نمایان ہوجاتا ہے، پچھلا نمبر بھی اسی نوعیت کا ہے جن مین بعض غلطیان اہم ہین، چھپنے کے بعد جب یہ رسالہ ہمارے پاس پہنچا، تو قلمی اصلاح کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا، چنانچہ بعض خاص نسخون مین قلمی اصلاحین بنادی گئین، تاہم چونکہ تمام نسخون کا بنانا آسان نہ تھا، اس لیے چند ہفتون کے لیے اس تکلیف کا صبر سے ازالہ کیا گیا کہ آیندہ پرچہ مین اغلاط کی تصحیح کردیجائیگی، چنانچہ پہلے صفحہ پر آپکو تصحیح نامہ ملے گا،

ہم کو اپنے دوست ڈاکٹر پروفیسر اقبال کی سلامت روی سے جو توقع تھی وہ صحیح ثابت ہوئی، فروری نمبر مین ڈاکٹر صاحب کے جواب مین "شعر العجم اور عمر خیام" پر جو مضمون لکھا گیا تھا، اسکی رسید اور میرے نیاز نامہ کے جواب مین وہ التقام فرماتے ہین،

"مین آپ کے خلوص نیت کی قدر کرتا ہون، اور چاہتا ہون کہ آپ بھی کسی قسم کی بدگمانی کو دل مین جگہ نہ دین، مین نے اپنا مضمون (عمر خیام شایع شدہ رسالہ اردو) دراصل اشاعت کے ارادے سے نہین لکھا تھا ورنہ اسکی عبارت اور ترتیب مختلف ہوتی، آپ نے اپنے مضمون سے اردو ادب مین قابل قدر اضافہ کیا ہے، اور بدین وجہ اہل زبان کو میری نکتہ چینی کا مشکور ہونا چاہئے، افسوس ہے کہ مین آجکل بہت مصروف ہون، لیکن آیندہ بشرط فرصت اسی سلسلہ مین کچھ لکھونگا، اس مین یہی کوشش ہوگی کہ وہ تعمیری ہو تخریبی نہو"

ہم کو اپنے دوست کی اس کشادہ دلی کی پوری قدر اور ان کے استحسانِ نظر اور حسن ظن کے شکریہ کا پورا احساس ہے،

جامعۂ علی گڈھ کے فروری نمبر مین مولانا ابو عبد اللہ السورتی، معلم ادبیاتِ عربی (جامعہ ملیہ) کا ایک مختصر و مجمل مضمون **سیرۃ نبوی** جلد اول (شایع کردہ دار المصنفین) کی تنقید پر شایع ہوا ہے، ہماری دلی تمنا تھی کہ کوئی صاحبِ علم سیرت پر خالص علمی نظر سے تنقید لکھتے، مولانا سورتی اپنے ادبی اور رجالی معلومات کی بنا پر بیشک یہ استحقاق رکھتے ہین کہ جو کچھ وہ اس پر لکھین اس پر پوری توجہ کیجائے، سورتی صاحب نے اپنی اسی قسم کی ایک یادداشت بہت زمانہ ہوا کہ خود ہمارے پاس بھی بھیجی تھی، موصوف کا یہ مضمون ۱۳۳۳ھ کا لکھا ہوا ہے، جواب ۱۳۴۲ھ مین چھ برس کے بعد نکلا ہے، اس مضمون مین دو ایک کے سوا باقی تمام تعقبات مطبعی غلطیون اور سہو کاریون پر مبنی ہین جنکی بحمد اللہ کہ آج سے دو برس پہلے جلد اول کے طبع دوم مین پوری احتیاط کے ساتھ تصحیح کردی گئی ہے، حضرت نقاد اگر ۱۳۳۶ھ کا لکھا ہوا مضمون ۱۳۴۲ھ مین شایع کرتے وقت ۱۳۴۰ھ کی چھپی ہوئی سیرت پیش نظر رکھتے تو اس زحمت کے گوارا کرنے کی تکلیف انکو نہ اٹھانی پڑتی، والعصمۃ للہ وحدہ

ہمارا خیال ہے کہ سلطنت اور رعایا کے نقطۂ نظر مین ہر حیثیت سے اتحاد تقریبًا ناممکن ہے، اس لیے یہ قرین صواب نہین کہ قومی تعلیم گاہون پر جو دماغی قویٰ کے آزاد نشو و نما کا مقام ہے سلطنت کے انتظام و اہتمام کی قید و بند عاید کیجائے، غیر قومی تو غیر قومی، قومی سلطنت مین بھی سیاسی اہلِ حل و عقد، اور علمی و تعلیمی جماعت کے درمیان بھی غرض و غایت کا اتحاد ناممکن ہے، اس لیے تعلیم گاہون کو حکمرانون کے فیضِ قدم سے محروم ہی رہنا اچھا ہے،

قدیم اسلامی درسگاہون کے نظام اور تاریخ پر جنکی نظر ہے وہ جانتے ہین کہ اہلِ علم اور اہلِ تعلیم، کس درجہ اپنے دامن کو سلطنتون اور دربارون کے الجھاؤ سے بچاتے تھے، آغازِ اسلام سے تین سو برس تک کبھی کسی اسلامی درسگاہ نے کسی سلطنت کا مرہونِ منت ہونا پسند نہین کیا، عربون کے زوال کے بعد جب اہلِ عجم نے سب سے پہلے نیشا پور وغیرہ مین مساجد کی عمارتون سے الگ مدارس کی عمارتون کی بنیادین ڈالین، اور بالآخر پانچوین صدی ہجری کے بیچ مین نظامیہ قائم ہوا تو اہل علم اور اہلِ سلطنت کے درمیان گوناگون روابط اور تعلقات پیدا ہوگیے، لیکن آپ کو یہ معلوم ہے کہ آج ہم صدیون سے جس نظامیہ کے وجود پر فخر کرتے ہین، جب وہ قائم ہونے لگا تو اہلِ علم نے بزمِ ماتم بپا کی، کہ آج سے علم، علم کے لیے نہین، بلکہ سلطنت اور جاہ پرستی کے لیے پڑھایا جائیگا، یہ خوف بالکل بجا ثابت ہوا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ حقگو خطیبون کے منبر تختِ شاہی کے سامنے سربسجود، اور نڈر عالمون کی دستارین تاجِ شاہی کے آگے خاک آلود ہوگئین اور بیباک مفتیون کے فتوے احکامِ شاہی کے رو برد تقویمِ پارینہ بن گئے،

مسلمانون کی کہنہ اور فرسودہ تاریخ کا ذکر جانے دو، زندہ یورپ کی درسگاہون کو دیکھو

کہ جہان سلطنت کے کرّ و فر ہین وہان علم کی سادگی نہین، اور جہان علم ہے وہان سلطنت کو دخل نہین، لندن یونیورسٹی سرکاری ہے مگر وہان علم نہین، اور اوکسفورڈ اور کیمبرج مین علم ہے، تو سلطنت کی نگرانیون سے آزاد، یہی حال دوسرے ترقی یافتہ ممالک کا ہے،

آج یہ دونون نظریے مجسّم ہوکر علی گڈھ کی سرزمین مین نمایان ہین، ایک طرف مسلم یونیورسٹی کا ایوان اور دوسری طرف جامعۂ ملّیہ کا کاشانہ ہے، کرّ و فر، دولت و جاہ، زیبائش و نمائش مین اگر پہلے کو دوسرے سے نسبت نہین، تو روح، حیاتِ معنی، اور مقصد مین دوسرے کو پہلے سے نسبت نہین، اگر یہ سچ ہو کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو ان دونون درسگاہون کی معنوی زندگی کا اندازہ لگانا آسان ہے، دونون جگہ کے طلبہ کی دماغی محنتون اور کاوشون کے نتائج کو ایک سرسری نظر سے بھی دیکھ لو، ایک جگہ سے **علی گڈہ میگزین** نکلتا ہے اور دوسری جگہ سے **جامعہ**، پہلے کے چہرہ پر تفریحِ خاطر، خوشی اور بے فکری کے آثار ہین تو دوسرے کے چہرہ سے متانت، غور، محنت، اور فکرمندی ظاہر ہوتی ہے، پہلا صرف ہنستا ہے اور دوسرا فقط سوچتا ہے یہ فرقِ حال، دونون درسگاہون کی بنیادی غرض و غایت کے اختلاف کے سوا اور کس کا نتیجہ ہے؟

اسی قسم کی غلطی آجکل مصر مین کیجارہی ہے، اہلِ مصر کو اب سیاسی آزادی ملی ہے اور اُن کا سیاسی رہنما اب ان کی حکومت کا عملی فرمانروا ہے، اسی اتحاد نے انکو یہ دھوکا دیا کہ اس سے پہلے جب حکومت اور ان کی قومی جد و جہد کے مرکز متحد نہ تھے تو اس وقت جو چیزین قوم نے اپنی ضرورت اور نقطۂ نظر سے قائم کی تھین وہ اب اس اتحادِ قوم و حکومت کے بعد متحد کیجارہی ہین، انھین مین [illegible] کا قومی جامعہ، "جامعۂ مصریہ" ہے، جو پہلے خالص غیر سرکاری یونیورسٹی تھی،

اب مصر کی جو سرکاری یونیورسٹی بن رہی ہے، وہ اس مین منضم کیجا رہی ہے، اہل مصر کو یہ سمجھنا چاہئے کہ آج قوم اور حکومت کے مطمح نظر کی سطح جو یکسان معلوم ہوتی ہے، وہ ہمیشہ یکسان نہین رہ سکتی، اور سعد پاشا زغلول سا آدمی ہمیشہ برسر اقتدار نہین رہے گا، اور نہ کبھی حکومت کے سیاسی اور تعلیم گاہون کے علمی اور تعلیمی مقاصد ایک ہو سکتے ہین، اس لیے جس طرح دار العلوم کے بعد بھی جامع ازہر قائم ہے، جامعۂ مصریۂ امیریہ، کے باوجود بھی جامعۂ مصریۂ قومیہ قائم رہ سکتا ہے،

ہمارے پاس ہمایون مرزا بیگم صاحبہ نے حیدرآباد سے ایک استفتا بھیجا ہے کہ مسلمان خواتین مردون کی کانفرنسون مین، مسجدون کی جماعتون مین، لڑائیون کی صفون مین شریک ہو سکتی ہین یا نہین؟ غالباً اس سوال کا منشا گذشتہ علی گڈھ ایجوکیشنل کانفرنس کے موقع پر عورتون کو شریک ہونے کی جو اجازت نہین دی گئی، اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا ہے، معارف کے صفحات مین یہ حقیقت کئی دفعہ ظاہر کی جا چکی ہے کہ تقلید فرنگ کے شوق مین نہین، بلکہ اصل آداب اسلامی کی اتباع مین مسلمان عورتین ان مین سے ہر چیز مین شرکت کر سکتی ہین، ان مین سے ہر جماعت اور ہر صف مین مردون کے پیچھے عورتون کی جماعت اور صف قائم کیجا سکتی ہے، اڈیٹر معارف کا رسالہ خواتین اسلام کی بہادری گو مختصر ہے، مگر مسلمان خواتین کے پچھلے کارنامون کا اچھا خاصہ مرقع ہے، اس مین خواتین سلف کے طرز عمل کو دیکھئے،

ابن رشد

ابن رشد کی سوانح، اس کے فلسفہ کا ناقدانہ تبصرہ اور اس کے فلسفہ کی اشاعت کی تاریخ ۹۰ ۳ صفحات قیمت ہے،

"منیجر"

مقالات

ابن رشیق اور المعز بن بادیس اور تاریخ قیروان کا ایک صفحہ

از

پروفیسر میمن عبد العزیز صاحب راجکوٹی۔ ایم اے استاذ اورینٹل کالج لاہور

اسلامی ہندوستان کے ان چند مستثنیٰ جدید تعلیم یافتہ افراد مین سے جو نہ صرف عربی زبان و ادب پر کامل عبور رکھتے ہین، بلکہ علم کا خالص سنجیدہ اور ٹھوس مذاق رکھتے ہین، پروفیسر میمن عبد العزیز صاحب راجکوٹی ہین، جن کے قلم سے عربی ادبیات کی وسعت اطلاع کی متعدد مثالین ملک کے سامنے آچکی ہین، ذیل کا مضمون بھی موصوف کی تلاش کامل، مطالعہ عمیق، اور محنت کاوش و محنت کا نتیجہ ہے، ممکن ہے کہ ناظرین اسے زیادہ دلچسپی کی چیز نہ سمجھین، لیکن تحقیقات عالیہ دلچسپی کی پابند نہین، یہ مضمون ایک مشہور علمی بزم   مین پڑھا گیا، اور قدر دانی سے سنا گیا، امید ہے کہ معارف کی بزم علمی مین بھی یہ قدر دانی سے پڑھا جائیگا،

(اڈیٹر)

براعظم افریقہ کا بیشتر حصہ استیلائے ریگ کے باعث ہمیشہ نا معلوم سرزمینون مین شمار ہوتا چلا

آیا ہے، دنیا زیادہ تر اس کے شمال مغربی ساحل سے روشناس ہی، یعنی کہ برقہ سے لیکر فاس تک، عرب افریقیہ بولکر عموماً اسی حصہ کو مراد لیتے ہین، اور خصوصاً علاقۂ تونس کو، یہ سرسبز خطہ ہر عہد کے حوصلہ مند فاتحون کا پے سپر رہا، مگر چونکہ مجھے ایک خاص عہد سے تعلق ہے اس لیے اسکی طویل تاریخ کے اہم تغیرات سے صرف جستہ جستہ بحث کرونگا اور باقی امور و حوادث کو نظر انداز کرتا چلا جاؤنگا،

یہ ساحلی اور سرسبز خطہ جسکو عرب اندلس برالعدوہ بھی کہتے ہین افریقہ کے اندرونی ممالک کی طرح جیسا طرح اول وہلہ مین خیال ہو سکتا ہی وہان کے اصل باشندون یعنی قبائلِ بربری کے تصرف مین رہا، مگر پھر رومی لوگ اس کے پائے تخت قرطاجنہ (کارتھیج) پر حملہ کرکے قابض ہو گیے، جس طرح سنتہ اللہ چلی آرہی ہے کہ اقوام مفتوحہ متمرد فاتحون کے حلقۂ غلامی سے رہائی پانے کے لیے کوئی کوشش اٹھا نہین رکھتین، یہان کے بربرہ بھی ہاتھ پاؤن مارنے لگے اور رومیون کا قافیہ تنگ کرتے رہے، تا آنکہ ایک طویل خونریزی کے بعد اس امر پر دونون قومون مین مصالحت ہو گئی کہ ساحلی ممالک رومیون کے زیر نگین رہین، اور اندرونی رقبہ اصل باشندون کے زیر تصرف، پھر اسلام سے پیشتر رومیونکی جگہ اقوام فرنگ نے لیلی، مگر ادھر آفتاب اسلام نے اپنی ضیاء پاشی سے کفر و شرک کی تاریکی کو چھانٹ کر ایک جہان کو بقعۂ نور بنا دیا تھا اور عرب کی اقوام متجاورہ یکان یکان حلقہ بگوشِ اسلام ہو ہو کر اپنے ممالک مسلمانون کو جو اس وقت سچ مچ فقہ دامین تھے سونپتی جارہی تھین اور مسلمان ہر طرف بارانِ رحمت کی طرح چھا رہے تھے، عہدِ عثمانؓ مین بقیادت عبد اللہ ابن ابی سرح ایک لشکر ادھر بھی بھیجا گیا جسنے جرجیس کے طوق غلامی سے اس ملک کو رہائی دلائی اور اقوام بربر جوق در جوق اسلام کے دائرہ مین آنے لگین، حالانکہ جرجیس کی حکومت طرابلس الغرب سے بحر محیط تک ممتد ہو چکی تھی،

جس طرح مذکور ہوا رومیون کے عہد مین قرطاجنہ پائے تخت رہا، پھر فرنگیون نے سبیطلہ کو اپنا دار السلطنۃ بنا لیا جسکو مسلمانون نے کچھ اس طرح پامال کیا کہ پھر ہمیشہ کے لیے وہ آبادی سے محروم ہو گیا،

پھر بعد امیر معاویہ پہلے معاویہ بن حدیج السکونی سنہ ۳۴ھ مین یہان کا حاکم ہوا اور ازان بعد عقبۃ بن نافع الفہریؓ کیطرح دہمایون قدم یہان آیا انھون نے اپنے پیشرودن کے خلاف ان ممالک کے نظم و نسق، رتق و فتق اور تعمیر و ترقیہ مین غیر معمولی دلچسپی لی اور سنہ ۵۵ھ مین ایک گنجان اور مہیب جنگل مین شہر قیروان کی بنیاد ڈالی۔ یہ جگہ ساحل سے خاصی دور تھی گویا اس طرح مسلمانون کو کنار بربر کے اختلاط سے اور ان کے شہر کو غارتگران روم و فرنج کا جولانگاہ بننے سے بچا لیا۔ پھر جامع عقبہ کی بنا ڈالی جو آج چودھوین صدی مین بھی سیاحون کی نگاہون کو خیرہ کر رہی ہے اور زنگ اسلاف فرزندانِ اسلام کو ببانگ دہل سنا رہی ہے،

فان فخرت بآباء لهم شرف   قلنا صدقت ولكن بئس ما ولدوا

پھر اس ملک پر امویین کی طرف سے اور ان کے بعد عباسیین کی جانب سے ولاۃ آتے رہے تا آنکہ منصور نے اغلب بن سالم کو بھیجا جس نے ہر چند کچھ داخلی شورشون کو فرو کر دیا، مگر سنہ ۱۵۰ھ مین قتل ہوا، اس کے بعد کچھ اور ولات آئے، پھر سنہ ۱۸۴ھ مین ہارون الرشید نے ابراہیم بن الاغلب کو بھیجا، اس کے بعد اس کا فرزند ابو العباس عبد اللہ آیا، اور پھر بعد ماموں زیادۃ اللہ بن ابراہیم والی ہوا، اس کا عہد بہت مبارک نکلا۔ کہ سنہ ۲۱۲ھ مین قاضی قیروان اسد بن الفرات کے ہاتھون جزیرۂ صقلیہ فتح ہوا، پھر اسی خاندان کے چھ اور والی آئے، مگر پھر فاطمیین (عبیدیین) کے عروج نے ان کا چراغ گل کر دیا،

دعاۃِ فاطمیین نے افریقہ کے ہر ہر گوشہ مین اپنی آواز پہنچا دی اور قریباً پورے افریقہ کو طوعاً او کرہاً اپنا ہم خیال بنا لیا، اس عہد سے پہلے اندلس مین مالکیت کا دور دورہ ہو چکا تھا، مگر افریقہ کے لوگ ہنوز اس مذہب سے چندان روشناس نہ تھے، پھر قاضی اسد بن الفرات اور سحنون کے مدونہ لکھنے کے بعد مالکیت کے چند پرستار پیدا ہو گیے مگر عام مذہب حنفی تھا پھر عبیدی نے بھی کچھ

کامیابی حاصل کی۔ تاآنکہ المعزؔ نے حکماً مالکی مذہب پھیلا دیا اور عبیدیت کو بیخ و بن سے اکھیڑ کر پھینکا جس طرح آیندہ آئیگا، سو عہدِ المعزؔ سے آج تک برقہ سے بحرِ محیط تک یہی مذہب ساری و جاری ہے، بلکہ لفظ مذہب سے یہی مذہب مراد ہوتا ہے، مثلاً الدیباج المذہب فی معرفتہ اعیان علماء المذہب مین

سنہ ۳۴۱ھ مین المعز لدین اللہ الفاطمی سریر آرا ہوا، خلفائے فاطمیین مین یہ بڑا نامور خلیفہ تھا، اس کے غلام جوہر نے مصر و شام فتح کیا، شہر قاہرہ کی بنیاد ڈالی اور اسکو اپنے مولی کے نام سے موسوم کر کے القاھرۃ المعزیۃ کا نام دیا، پھر سنہ ۳۶۲ھ مین جوہر کے بلانے پر المعز بڑے جاہ و جلال سے مصر کے تخت پر متمکن ہوا۔

ادھر اُسے مصر جاتے ہوئے فکر ہوئی کہ یہان افریقیہ مین کسکو اپنا جانشین کرے، مگر اسکی نگاہ وقت پسند کو بلکین بن زیری بن مناد صنہاجی سے بڑھ کر کوئی اور نظر نہ آیا، بلکین اس وقت ملک کے دور دراز اطراف مین محوِ فتوح تھا۔ سو اسکو بلوا بھیجا اور سیف الدولہ ابو الفتوح یوسف کے گرانقدر القاب دے کر مسند ولایت افریقیہ سونپ دی، اور خود روانۂ مصر ہوا، بلکین با حسن وجوہ افریقیہ کے بربرون اور اندلس کے امویون سے نبٹتا رہا۔ تاآنکہ سنہ ۳۷۲ھ مین اس نے داعیِ اجل کو لبیک کہی، اس کے بعد اس کے فرزند منصور بن بلکین نے عنانِ حکومت سنبھالی اور وہ بھی سنہ ۳۸۵ھ مین فوت ہوا، اور پھر بادیس بن منصور سریر آرا ہوا اور سنہ ۴۰۶ھ مین موت نے اسے بھی ناگہان سوتے ہوئے آن لیا،

المُعِزّ بن بادیس

بقول ابن خلکان اس کا کوئی اور نام معلوم نہین ہوا، یہ سنہ ۳۹۸ھ مین شہر منصوریہ (صبرہ) مین پیدا ہوا، اور سنہ ۴۰۶ھ مین اپنے باپ کے بعد محمدیہ (مسیلہ) مین آٹھ[1] سال اور چھ ماہ کی عمر مین رسم

[1] جس طرح اکثر مورخ کہتے ہین مثلاً ابن خلکان وغیرہ ۲ × ۱۰۵ - مگر ابن الاثیر ۱۰۰ × ۹ مین ایک قول گیارہ سال کا بھی ہے،

تاج پوشی ادا کی اور نہایت حزم و تدبیر سے اپنے خاندان کے تمام مدعیانِ تاج و تخت سے جان چھڑالی، مگر جس طرح قبائلِ بربر اس کے پیشرووُن کو دق کرتے آئے تھے انھون نے اسکو بھی چین کی نیند نہ سونے دیا اور علمِ شورہ پشتی بلند کیا، چنانچہ سنہ ۴۱۱ھ، ۴۱۵ھ، ۴۲۰ھ، ۴۲۷ھ، ۴۲۸ھ، اور ۴۲۹ھ مین قبائلِ زناتہ نے اور سنہ ۴۳۲ھ مین آلِ حماد نے بغاوتین کین جو المعز نے بالکل فرو کردین[1] اور تمام قبائل مین اپنی دھاک بٹھا دی، اور طرابلس الغرب سے قریباً بحرِ محیط تک اس کا کوئی قابلِ ذکر سہیم و شریک نہ رہا، افریقیہ کے بادشاہون مین اس قدر عظمت و شان کا کوئی بادشاہ نہین ہوا، یہ بڑا غیور، شجاع، علم دوست، دیانت دار، فیاض اور خداترس بادشاہ تھا، علماء کی ہمیشہ توقیر و تکریم کیا کرتا، ان کے مفید مشورون پر کاربند ہوتا، اور دینی احکام کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا کرتا تھا، جس طرح معالم الایمان[2] کے چند تراجم سے معلوم ہوتا ہے، فنون لطیفہ کا بھی اچھا خاصہ مذاق رکھتا تھا، ہرچند کہ بقول ابن خلکان ہم کو اسکا کوئی شعر نہین ملا مگر ابکار الافکار لابن شرف کے بیان کے مطابق اوسکا ابن رشیق کے اس بیت پر

یعیبون بلقیسۃ أن رأوا بہا   کما قد رأی من تلک من نصب الفحل

یہ اعتراض کہ "تو نے تو خود یعیبون کہکر اس بات کا پتہ دیا کہ اس پر کوئی عیب بھی دھرتا ہے" یقیناً اس کی دقیق سخن سنجی اور سخن فہمی کی دلیل ہے، ابن شرف کہتا ہے کہ "اس اعتراض تک تو ہمارے اذہان پہنچے بھی نہ تھے" المعز آلِ زیری بلکہ افریقیہ کے تمام تاجدارون کا بیت القصید اور واسطتہ العقد تھا، ابن خلدون[3] کہتا ہے،

"وکان اضخم ملک عرف للبربر بافریقیۃ واترفہ وابذخہ"

[1] ابن خلدون ۶ × ۱۵۹ مین لکھتا ہے وکانت بینہ وبین زناتۃ حروب ووقائع کان لہ الغلب فی جمیعہا الخ

[2] ھی مثلاً کو س ۳ × ۱۷۶، ۲۰۹ - [3] تاریخ ۶ × ۱۵۸،

الحاکم الفاطمی نے [illegible]ھ مین المعز کے یہان ایک سفارت بھیجی جس کے ساتھ ایک زرنگار خلعت[1]

گران بہا تحائف، اور لقب شرف الدولہ محض اوسکی تطییب خاطر اور دلجوئی کے لیے بھیجے جسکی المعز نے

بھی نہایت شاندار طریق سے پیشوائی کی، بقول صاحب بساط[2] ۴۲۲ھ مین ملک روم کی طرف سے

بھی ایک سفارت جلیل القدر تحائف لیکر پہنچی جسکی المعز نے اپنے محل واقع صبرہ مین پیشوائی کی،

اسی طرح بقول ابن رشیق[3] صاحب مصر نے یا بقول صاحب بساط[4] صاحب سودان نے ایک سفارت

مع ہدایا بھیجی تھی جن مین زرافہ بھی تھا جس کے وصف مین ابن رشیق نے ایک ہمزیہ قصیدہ بھی لکھا ہے،

(ملاحظہ ہو ہماری عربی کتاب نتف من شعر ابن رشیق وابن شرف) نیز [illegible]ھ مین غرناطہ

وغیرہا کا بادشاہ زاوی[5] بن زیری بن مناد بادیس کا چچا مع اپنے اہل و عیال وخدم وحشم وزر وجواہر لاتے تھے

کے اندلس سے المعز کے یہان پہنچا، المعز نے اسکی میزبانی کا حق ادا کر دیا، اور اس راہ مین پانی کی

طرح روپیہ بہا دیا، اور اسکو ہر طرح مالا مال کر دیا، ۴۳۹ھ[6] مین المعز نے ایک بیڑا جزائر قسطنطنیہ کی طرف

بھیجا جو بہت سا مال غنیمت لیکر مظفر و منصور پلٹا، قیروان کی تباہی کے بیان مین ایک واقعہ آئیگا

جو المعز کی سیاست دانی پر کافی روشنی ڈالتا ہے،

فاطمیین یا عُبیدیین کا مذہبی تشدد

یہ فرقہ پہلے پہل تو محض حب اہل بیت کو اپنا اساسی اصول ظاہر کرتا رہا چنانچہ اس طرح

عوام کے دلون مین کچھ جگہ حاصل کر لی، مگر جب[7] انھون نے اس مدعا مین اپنے کو کامیاب پایا تو اپنے

اصل معتقدات کی تبلیغ شروع کر دی یعنی شرائع واحکام دین مین دست اندازی اور انکا استخفاف

کرنا، صحابۂ کرام کو برملا گالیان دینا، اور علمائے دین کو طرح طرح کی ناگفتہ بہ اذیتین پہنچانا، مصر و شام

---

[1] ابن خلکان ۲ × ۱۰۵، [2] الکامل ۹ × ۱۰۲، [3] عمدہ ۲ × ۲۲۸، [4] ... ابن خلدون ... ۱۵۸، الکامل ۹ × ۱۰۰، [5] اگرچہ بادیس کا چچا کہے جو سکتے

ہے کیونکہ اسکا نسب تو یون ہے: بادیس بن منصور بن بلکین بن زیری بن مناد، [6] الکامل ۹ × ۲۲۵، [7] معالم ۱ × ۲۲

مین بھی قابض ہو کر انھی حرکات کا اعادہ کیا، یہان کے لوگون مین چونکہ جنگی روح کبھی نہ تھی اس لیے

ان کی طرف سے کوئی قابل ذکر مزاحمت نہ ہوئی، مگر افریقہ کی جنگی قومین ان سے بالکل مختلف تھین انھون

نے گھونسے کے بدلے گھونسے ہی کا سبق پڑھا تھا جس طرح آئندہ آئیگا، دباغ معالم[1] مین لکھتا ہے:-

عروس المؤذن الشہید نے ایک مسجد مین اذان دی، اس پر کسی مشرقی[2] نے عبیدی حاکم کی

عدالت مین جاکر یہ بیان دیا کہ انھون نے حی علی خیر العمل نہین کہا، سو حکماً اون کی زبان کاٹ

دیگئی، آنکھون مین سلائی پھیری گئی، اور شہر مین تشہیر کے لیے اونکو کوچہ بکوچہ پھرایا گیا، پھر ایک تبے

سے ان کا سر کچل دیا گیا، یہ ۳۳۱ھ کا واقعہ ہے،

اسی طرح اس کے بہت دنون بعد عہد بادیس کا ایک واقعہ ہے جسکو دباغ ہی نقل کرتا ہے[3]،

ہر چند عبیدیین نے دعاۃ افریقہ مین پھیلائے اور بہت کچھ جبر و عنف سے بھی کام لیا مگر علی الخصوص

قیروان مین اونھین مطلقاً کامیابی نہ ہوئی، ایام بادیس مین ان کے ایک داعی نے جبر و اکراہ شروع

کر دیا، عوام نے اس کے کسی چیلے کو پکڑ کر مار دیا، یہ واقعہ دباغ سے عوانی نے نقل کیا ہو مگر ابن ناجی

اس کے معالم مین پائے جانے سے منکر ہے نیز اسکی صحت کو بھی نہین مانتا، واللہ اعلم

القصہ افریقہ کے لوگ مصر و شام کے گلے نہتے جنھین عبیدی داعی اپنے حسب منشا جدھر

چاہتا لیجاتا اس لیے بادیس اور المعز کے عہد حکومت مین عوام نے مشارقہ سے نہ صرف اپنا واجبی

انتقام ہی لیا، بلکہ حدود انسانیت سے کہین تجاوز کر گئے، جس کے باعث بہت سے مشارقہ مشرق

یا سسلی کی طرف کوچ کر گئے اور کچھ مار ڈالے گئے،

---

[1] معالم ۳ × ۲۳ [2] اہل قیروان عبید اللہ شیعی کے پیرون کو مشارقہ کہتے تھے، کہ عبید اللہ

ان کے یہان مشرق ہی سے آیا تھا،

[3] معالم ۱ × ۲۲،

المعزاور مشارقہ وعبیدیین

اس نے جس طرح اس کے اسلاف کا معمول رہا تھا عبیدیین کے ساتھ مذہبی مداہنت و ملائمت اور ملاطفت و تالیف کو روا نہ رکھا، بلکہ کہین اشارون سے اور کہین جہاڈاً ان کی مخالفت کی جو عین عوام کی منھ مانگی مراد تھی وہ عبیدیین سے انتقام لینے کے خیال مین سرمست تھے، المعز کے حکماً عبیدی اور حنفی مذہب کی جگہ مالکیت کی ترویج کی اور عبیدیین سے نفرت اور برٔیت ظاہر کی چنانچہ ذیل کا حوالہ شاہد ہے[1]،

ابن الاثیر کہتا ہے کہ جب المعز کی سواری (۴۳۵ھ مین) قیروان سے گذری تو کیا دیکھتا ہے، کہ ایک جم غفیر جمع ہے، پوچھا یہ کیون اکھٹے ہوئے ہین، جواب، ملا کہ شیخین کو لعنت کرنے کے لیے اس پر وہ بولا رضی اللہ عن أبی بکر و عمر، یہ قول گویا عوام کے لیے ایک اشارہ کا کام کر گیا، انھون نے شیعون کو جہان پایا مارنا شروع کر دیا،

ابن خلدون[2] کا بیان بھی ملاحظہ ہو،

ایک دن المعز کا گھوڑا جراغ پا ہوا اس پر اس نے حضرت شیخین کے نام سے فریاد اور دہائی کی یہ آواز کہین عوام کے کانون مین جا پڑی، الخ

اس سلسلہ مین ابن ناجی[3] کا بیان بھی سن لیجئے،

جبکہ ۱۵ محرم ۴۰۷ھ مین المعز قیروان پہنچا تو عوام نے قیروان کے روافض کو بری طرح تہ تیغ کیا ان کے اموال لوٹ لیے، ان کے گھر جلا دے، ان کی عورتون اور بچون تک کو مار ڈالا، اور ان کو پاؤن سے روند دیا، یہ گویا خدا کی آواز تھی جو قیروان سے نکل کر جہان جہان

---

[1] ابن الاثیر ۹ × ۱۲۲، [2] ۶ × ۱۵۹ - [3] معالم ۳ × ۱۹۲

شیعیان تھے وہان خود بخود پہنچ گئی، سو وہ جہان جہان تھے مار دیے گیے، اور ان کے لاشے جلا دیے، حتیٰ کہ روافض کو مساجد مین بھی پناہ نہ ملی، ایک مرتبہ عوام ایک سنی کو پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لے گیے اور کہنے لگے کہ ہم اسے شیخ ابو علی ابن خلدون کے ہان لیجائینگے اور جیسا ان کا حکم ہوگا اس کے ساتھ سلوک کیا جائیگا، اس پر سردار بولا اسکو ابھی سے کیون نہین مار ڈالتے اگر رافضی ہوا تو یہ کار ثواب ہے اور اگر سُنّی ہوا تو تم اسکی روح کو فوراً جنت مین پہنچا دوگے،

کچھ آگے چلکر ابن ناجی "سمند ناز پہ ایک اور تازیانہ ہوا" کچھ اضافہ کرتا ہے۔

ہم نے جو یہ کہا ہے "کہ آواز خود بخود پہنچ گئی" یہ ہمارے استاذ ابو الفضل البرزالی (الاندلسی) کے قول کے سراسر خلاف ہے، وہ کہتے تھے، کہ جس وقت اہل قیروان نے شیعون کو مارنا شروع کر دیا، ٹھیک اسی دم تمام شیوخ نے اپنے اپنے شہر کے شیعون کی خبر لینی شروع کی، مثلاً شیخ محرز نے تونس مین، حالانکہ یہ کوئی سابقہ قرار داد یا منصوبہ نہ تھا، بلکہ یہ تمام شیوخ کی کرامت تھی (یعنی کہ سینکڑون میلون سے یہ آواز سن لی اور قیروان کے شیعون کا ما جرا معلوم کر لیا[1]

---

[1] مین اس کرامت کے سمجھنے سے قاصر ہون ہر چند کہ کرامت اولیا اور معجزاتِ انبیا پر ابن ناجی سے کچھ کم ایمان نہین رکھتا، اس لیے کہ کبھی کسی نبی نے کسی قوم کے استیصال کی دعا نہین کی پھر یہ کرامت کیسی ہے جسکا پورا زور مسلمانون کی تباہی پر خرچ کیا جا رہا ہے، شاید ابن ناجی کو کرامات سے غیر معمولی شغف ہے مثلاً صرف ابو یوسف دھمانی کے ترجمہ مین (۳×۲۶۵-۲۷۰) اتنی کرامتین ذکر کر ڈالی ہین، جوا مین اڑنا، لنگڑون کو صحیح سالم کر دینا۔ گھر کا گھومنا، کشتی سے تمام خوردنی اشیا نکال پھینکنا، مگر کسی چیز مین کچھ کمی نہ آنا، سمندر کے پانی کو مچھلی ہی مچھلی بنا دینا، اور ریت کو سونا ہی سونا کر دینا وغیرہ، آیندہ قیروان کی تباہی کے سلسلہ مین ایک زبردست کرامت کا بیان آئے گا، یعنی کہ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے جسکی صحت سے کوئی عالم انکار نہین کر سکتا، کہ دنیا کے پرانے مسلمانون کے زمانون اور انکی کتابون مین کہین بھی کرامتون کی اتنی بھرمار نہین جتنی کہ پانچوین صدی سے شروع ہوتی ہے

المعز اور مشارقہ وعبیدیین

اس نے جس طرح اس کے اسلاف کا معمول رہا تھا عبیدیین کے ساتھ مذہبی مداہنت و ملائمت اور ملاطفت و تالیف کو روا نہ رکھا، بلکہ کہین اشارون سے اور کہین جہاداً ان کی مخالفت کی جو عین عوام کی منہ مانگی مراد تھی وہ عبیدیین سے انتقام لینے کے خیال مین سرمست تھے، المعز کے حکماً عبیدی اور حنفی مذہب کی جگہ مالکیت کی ترویج کی اور عبیدیین سے نفرت اور برئیت ظاہر کی چنانچہ ذیل کا حوالہ شاہد ہے[1]،

ابن الاثیر کہتا ہے کہ جب المعز کی سواری (۴۳۵ھ مین) قیروان سے گذری تو کیا دیکھتا ہے، کہ ایک جم غفیر جمع ہے، پوچھا یہ کیون اکٹھے ہوئے ہین، جواب، ملا کہ شیخین کو لعنت کرنے کے لیے اس پر وہ بولا رضی اللہ عن أبی بکر و عمر، یہ قول گویا عوام کے لیے ایک اشارہ کا کام کر گیا، انھون نے شیعون کو جہان پایا مارنا شروع کر دیا،

ابن خلدون[2] کا بیان بھی ملاحظہ ہو،

ایک دن المعز کا گھوڑا اجراغ پا ہوا اس پر اس نے حضرت شیخین کے نام سے فریاد اور دہائی کی، یہ آواز کہین عوام کے کانون مین جا پڑی، الخ

اس سلسلہ مین ابن ناجی[3] کا بیان بھی سن لیجئے،

جبکہ ۱۵ محرم ۴۰۷ھ مین المعز قیروان پہنچا تو عوام نے قیروان کے روافض کو بری طرح تہ تیغ کیا ان کے اموال لوٹ لیے، ان کے گھر جلا دے، ان کی عورتون اور بچون تک کو مار ڈالا، اور ان کو پاؤن سے روند دیا، یہ گویا خدا کی آواز تھی جو قیروان سے نکل کر جہان جہان

[1] ابن الاثیر ۹ × ۱۲۲، [2] ۶ × ۱۵۹ - [3] معالم ۳ × ۱۹۲

شیعیان تھے وہان خود بخود پہنچ گئی، سو وہ جہان جہان تھے مار دئے گیے، اور ان کے لاشے جلا دئے، حتی کہ روافض کو مساجد مین بھی پناہ نہ ملی، ایک مرتبہ عوام ایک سنی کو پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لے گیے اور کہنے لگے کہ ہم اسے شیخ ابو علی ابن خلدون کے ہان لیجائینگے اور جیسا ان کا حکم ہوگا اس کے ساتھ سلوک کیا جائیگا، اس پر سردار بولا اسکو ابھی سے کیون نہین مار ڈالتے اگر رافضی ہوا تو یہ کار ثواب ہے اور اگر سنی ہوا تو تم اسکی روح کو فوراً جنت مین پہنچا دوگے،

کچھ آگے چلکر ابن ناجی "سمند ناز پہ ایک اور تازیانہ ہوا" کچھ اضافہ کرتا ہے۔

ہم نے جو یہ کہا ہے "کہ آواز خود بخود پہنچ گئی" یہ ہمارے استاذ ابو الفضل البرزالی (الاندلسی) کے قول کے سراسر خلاف ہے، وہ کہتے تھے، کہ جس وقت اہل قیروان نے شیعون کو مارنا شروع کر دیا، ٹھیک اسی دم تمام شیوخ نے اپنے اپنے شہر کے شیعون کی خبر لینی شروع کی، مثلاً شیخ محرز نے تونس مین، حالانکہ یہ کوئی سابقہ قرار داد یا منصوبہ نہ تھا، بلکہ یہ تمام شیوخ کی کرامت تھی (یعنی کہ سینکڑون میلون سے یہ آواز سن لی اور قیروان کے شیعون کا ماجرا معلوم کر لیا[1]

[1] مین اس کرامت کے سمجھنے سے قاصر ہون ہر چند کہ کرامت اولیا اور معجزات انبیا پر ابن ناجی سے کچھ کم ایمان نہین رکھتا، اس لیے کہ کبھی کسی نبی نے کسی قوم کے استیصال کی دعا نہین کی پھر یہ کرامت کیسی ہے جسکا پورا زور مسلمانون کی تباہی پر خرچ کیا جا رہا ہے، شاید ابن ناجی کو کرامات سے غیر معمولی شغف ہے مثلاً صرف ابو یوسف دھمانی کے ترجمہ مین (۳ × ۲۶۵ - ۲۷۰) اتنی کرامتین ذکر کر ڈالی ہین، ہوا مین اڑنا، لنگڑون کو صحیح سالم کر دینا، گھر کا گھر مثل کشتی سے تمام خوردنی اشیا نکال پھینکنا، مگر کسی چیز مین کچھ کمی نہ آنا سمندر کے پانی کو مچھلی ہی مچھلی بنا دینا، اور ریت کو سونا ہی سونا کر دینا وغیرہ، آیندہ قیروان کی تباہی کے سلسلہ مین ایک زبردست کرامت کا بیان آئے گا، یعنی کہ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے جسکی صحت سے کوئی عالم انکار نہین کر سکتا، کہ دنیا کے پرانے مسلمانون کے زمانون اور انکی کتابون مین کہین بھی کرامتون کی اتنی بھرمار نہین جتنی کہ پانچوین صدی سے شروع ہوتی ہے

باین ہمہ اسی سال الحاکم الفاطمی کی طرف سے ایک سفارت گران قدر تحائف لیکر آئی، گویا اگر اتنے پر بس کیا جاتا تو عبیدیین شاید آئندہ انتقام ہی نہ لیتے، اور حقیقت یہ ہے کہ المعز کی مسلسل کامیابیون نے اس کے داخلی اور خارجی دشمنون کے حوصلے پست کر دئے تھے، سب اسکی دلجوئی اور استمالت کے طالب ہوئے، اور گران بہا ہدایا بھیجکر اس کی دوستی کے خریدار بنے، مگر اسی کامیابیون نے المعز کے مزاج کو نقطۂ اعتدال سے منحرف کر دیا اور جس طرح عنقریب بیان ہوگا اس نے مطلقاً مآل اندیشی سے کام نہ لیا،

سنہ ۴۴۰ھ مین حرمین[1] کے خطیبون نے المستنصر الفاطمی کا نام اپنے خطبون سے ہٹا کر اس کی جگہ المقتدی خلیفۂ بغداد کا نام داخل کر دیا، یہ واقعہ اس آدمی کے لیے جو پیدا ہوتے ہی فاطمیین اور انکی ملت سے متنفر تھا، تازیانۂ عبرت کا کام کر گیا، یعنی کہ اس نے اپنے اس دیرینہ ارادے کو ہاتھ لگایا۔ اور سنہ ۴۳۵ھ مین جس طرح ابن الاثیر[2] اور مؤرخین قیروان کا قول ہے یا سنہ ۴۴۳ھ مین جس طرح ابن خلدون[3] لکھتا ہے (مگر ابن خلکان[4] کا سنہ ۴۳۴ھ کا ایک قول ہر لحاظ سے غلط ہے) المستنصر کے نام کے تمام علم جلوا دئے) رسمی تحریرات اور سکون پر سے اس کا نام ہٹا دیا، اور ہر شئی پر القائم بن القادر خلیفۂ بغداد کا نام لگایا، ادھر القائم کی طرف سے ابو الفضل الدارمی الوزیر کے جسکا آئندہ کئی جگہ ذکر آئیگا، ہاتھون گران بہا خلعتین، ایک شمشیر اور چند علم مع پروانہ ولایت بلاد افریقہ بھی پہنچ گئے،[5] پروانہ کی ابتدائی عبارت حسب ذیل ہے:-

من عبد الله و ولیہ ابی جعفر القائم بأمر الله امیر المؤمنین الی الملك الأوحد ثقة الاسلام و شرف الامام و عمدة الأنام ناصر دین الله

[1] ابن خلکان ۲ × ۱۰۳ - [2] کامل ۹ × ۲۱۷ و ابن خلکان ۲ × ۱۰۳ - [3] ۷ × ۱۵۹ - [4] ۲ × ۱۰۳ - [5] الکامل ۹ × ۲۱۷ -

قاهر اعداء الله مؤید سنة رسول الله صلعم أبی تمیم المعز بن بادیس بن المنصور دتی امیر المومنین بولایة جمیع المغرب وما افتتحه بسیف أمیر المؤمنین - الخ[1]

ابن الاثیر کی تخلیط سے حیرت ہوتی ہے کہ ایک جگہ اس واقعہ کا سنہ ۴۳۵ھ لکھا آیا ہے اور دوسری جگہ سنہ ۴۴۰ھ کو ظاہر کرتا ہے، اب اس کے کس قول پر اعتبار کیا جائے،

دباغ[2] اس سلسلہ مین ایک اہم واقعہ لکھتا ہے:-

المعز نے عید الفطر سنہ ۴۴۳ھ سے حکم نافذ کر دیا کہ عبید الله الشیعی بانی دولت و ملت عبیدیہ پر سر منبر لعنت کی جائے، قاضی محمد بن جعفر الکوفی (جنکا ذکر آئندہ آئیگا) نے ایک خطبہ بعن طیار کیا جس کے الفاظ حسب ذیل ہین، "اللّٰھم والعن الکفرة المارقین الفجار أعداء الدین وانصار الشیاطین المخالفین لامرك والناقضین لعھدك"، یہ خطبہ المعز کو اس قدر بھایا کہ خطیبِ جامع قیروان کو المعز نے حکم دیا کہ وہ بھی یہی خطبہ پڑھا کرے ناچیز کہتا ہے کہ اس خطبہ مین کہین کوئی لفظ عبید الله کی لعنت مین نہین فلیعلم

القصہ حاکم فاطمی تو مر چکا تھا اور اسکی جگہ المستنصر تھا یہ کیون اس قدر محتمل الضیم والہضم بنتا، وہ ان حالات سے بہت برافروختہ ہوا اور المعز کے نام ایک تہدیدی خط بھیجا جس کے جواب مین المعز نے بھی گرم گرم فقرے کسے اور ظاہر کیا کہ تم نے تو میرے آبا کی امداد سے یہ سب کچھ پایا ورنہ تمھین افریقہ مین کون پوچھتا تھا، ہر چند کہ یہ آخری فقرہ اس لحاظ سے کہ عبید الله مشرق سے افریقہ مین آیا تھا، اور ہمیشہ اس کے انصار صنہاجہ کے لوگ رہے تھے جو المعز کا قبیلہ ہے بہم تھا مگر بالکل ناسپاسانہ اور غیر عاقبت اندیشانہ اور بیجا اور خلاف مصلحت، یہ سب کچھ ہوا اور المعز کے ہاتھون اور اس کے

[1] الکامل ۹ × ۲۳۵ - [2] معالم ۳ × ۲۴۳ -

آنکھ دیکھے بلکہ آپ بیتے مگر اس نے اس عرصہ مین نہ اپنی طاقت سنبھالی نہ عبیدیین کی استمالت کی اور نہ اپنے ردیۂ ناقصہ مین کچھ تبدیلی بلکہ غفلت کی نیند سوتا رہا۔ اب ادھر کا حال سنیئے المستنصر نے الحسن بازوری کو قلمدان وزارت سونپا، یہ شخص پرلے درجہ کا بددی ناتعلیم یافتہ اور اجڈ تھا، پھر المعزنے اپنے سرکاری مکاتیب مین وزیر کو مخاطب کرکے "عبدہ" کی جگہ "صنلیعتہ" (اس کا پروردہ) لکھنا شروع کیا جس پر یہ مغرور بگڑ بیٹھا، اور المستنصر کو جو یون بھی المعز کی حرکات سے چندان خوش نہ تھا سمجھا بجھا کر انتقام کے خیال پر پختہ کردیا جیسا آگے آئیگا۔

المعز کا فوجی ضعف

نویری[۱] نہایت الارب مین لکھتا ہے کہ ۴۲۷ھ مین اکل شاہ صقلیہ کے مخالفین المعز سے امداد مانگنے افریقہ آئے اور ظاہر کیا کہ ہم سب بطیب خاطر آپ کو اپنا بادشاہ گردانتے ہین، اس لیے چلکر سسلی پر قبضہ کرلیجئے ورنہ ہم اپنا ملک رومیون کو سونپ دینگے، اس پر المعز نے اپنے فرزند عبداللہ کی قیادت مین ایک لشکر روانہ کیا جس مین تین ہزار سوار اور اسی قدر پیادہ تھے، مگر سفہائے صقلیہ نے اپنی حماقت سے اس کا ساتھ نہ دیا، جس سے عبداللہ کو شکست ہوئی، اور ان کے تین سو آدمی قتل ہوئے، اور وہ بقیہ کو بچاکر واپس افریقہ چلا آیا۔

کوئی دو صفحے آگے یہی مصنف لکھتا ہے کہ ۴۴۴ھ مین جب رجار فرنجی صقلیہ کے ممالک کو پیاپے فتح کرنے لگا تو وہان کے علما، صلحا، اور فضلا نے ہجرت شروع کی، اور ایک جماعت نے المعز کے دربار مین حاضر ہوکر اپنے ملک کی حالت زار بیان کی جس پر المعز نے ایک زبردست بیڑا (بقول ابن الاثیر چار سو جہازون کا) ہر طرح سے ذخائرِ جنگ سے آراستہ کرکے بھیجا، یہ بیڑا ہنوز مہدیہ کے قریب ہی جزیرۂ قوصرہ کے پاس پہنچا تھا کہ یکایک باد مخالف چل پڑی جس سے پورا بیڑا

[۱] مجموعہ اماری از تواریخ صقلیہ ۵۴۴۔

مع ذخائرِ دآلات وسپاہ نذرِ دریا ہوا الا من شاء اللہ ابن الاثیر نے ہر دو واقعون مین عجیب تخلیط کردی ہے، حوادث[۱] ۴۱۶ھ مین لکھتا ہے کہ المعز نے سسلی کو رومیون کی دست برد سے بچانے کے لیے چار سو جہازون کا ایک عظیم بیڑا طیار کیا، جو بعد کیت و ذیت جزیرۂ قوصرہ کے قریب بادِ مخالف کے چلنے سے بالکل تباہ ہوگیا، پھر بہت فاصلہ سے حوادث[۲] ۴۸۴ھ کے ذیل مین مسلمانانِ صقلیہ کی ابتدائی تاریخ شروع کرکے لکھتا ہے کہ جب ابن التمنہ نے ابن الحواس کے ہاتھون شکست کھائی تو راجر شاہِ مالطہ سے بدین عہد امداد لے کر کہ فتح کرکے پورا جزیرہ تمھارے حوالے کردونگا، ۴۴۴ھ مین سسلی پہنچا، اس کے اکثر شہر فتح کرلیے، اور اپنے رقیب ابن الحواس کو شکست فاش دی، اس لیے وہان کے اکثر علما وصلحا نے ہجرت شروع کردی اور ایک جماعت نے المعز کے ہان پہنچکر سارا ماجرا من وعن سنایا، اس پر المعز نے ایک بڑا بھاری بیڑا طیار کرکے روانہ کیا جو جزیرۂ قوصرہ کے قریب موسمِ سرما کی بادِ مخالف کے چلنے سے قریبًا بالکل تباہ ہوگیا الخ، ناچیز کہتا ہے کہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابن الاثیر نے نہ دونون واقعات کا فرق سمجھا ہے، اور نہ سنہ ہی کی تصحیح کی ہے واللہ اعلم۔

الغرض نویری اور ابن الاثیر[۳] کے بیان کے مطابق اس بیڑے کی تباہی نے المعز کی عسکری اور بحری قوت کو ناقابل تلافی صدمہ پہنچایا اور اسکی عظمت وشان کے رفیع قصر کو قریبًا منہدم کردیا یعنی کہ غارتگرانِ عرب مصر کے حوصلے بڑھا دئے، اور یہ تباہی افریقہ اور سسلی کی تباہی کا پیش خیمہ بنی، سو اب قیروان اور افریقہ کی تباہی اور بربادی کی دلدوز اور جان سوز داستان غم کے سننے کے لیے اپنے اپنے کلیجون پر ہاتھ رکھ لیجئے،

قیروان کی تباہی،

ہرکس از دست غیر می نالد — سعدی از دستِ خویشتن فریاد

[۱] الکامل ۹ × ۱۴۵، [۲] ۱۰ × ۸۱ - [۳] ۱۰ × ۸۱

المستنصر الفاطمی کے وزیر الیازوری نے المعز کی طرف لکھ بھیجا،

اما بعد فقد أرسلنا الیکم خیولا فحولا، وحملنا علیہا رجالا کہولا. لیقضی اللہ امرًا کان مفعولا۔ ادہر اس نے مصر کے مشہور و شورہ پشت قبائل آل ہلال یعنی ریاح، زغبہ اور اثبج کو جو اس سے پہلے قرامطہ کے ہم آہنگ ہو کر بہت کچھ افساد اور تخریبِ عباد و بلاد کر چکے تھے اور جو سدا سے باہم مصروفِ جنگ آزمائی رہے تھے سمجھا بجھا کر اور بہت کچھ مال و متاع دیکر روانۂ افریقیہ کیا اور وعدہ کیا کہ پیچھے کمکین بھی بھیجی جائینگی، جب یہ مفسدین سرزمین برقہ مین پہنچے تو اوسکو خالی پا کر اپنا مستقر بنا لیا اور پھر وہان سے ہر چہار طرف قتل و غارت شروع کر دی، المعز نے "علاج واقعہ قبل از وقوع باید کرد" کے اصول سے غفلت برتی اور ناصح مشفق کی اس صدا پر کان تک نہ دھرا،

سرِ چشمہ باید گرفتن بمیل	چو پر شد نشاید گذشتن بپیل

پھر آہستہ آہستہ یہ سیلاب آگے بڑھتا گیا، راستہ مین جو شی ملی اسکو غارت کیا، راہزنیان کین، پھل کاٹ ڈالے، کھیت جلائے، اور عمارتین ڈھادین، الغرض افریقیہ پر وہ آفت نازل کی جو اگلی طویل تاریخ مین کبھی نہ آئی ہوگی، ادھر کمک کا بھی تانتا بندھا ہوا تھا، یہ لوگ کئی کئی ہزار کی ٹولیون مین ایک ایک علاقہ مین سیلابِ بلا بنکر افساد و تخریب کرتے رہے، بقول ابن الاثیر قبائل زغبہ سنہ ۴۴۶ھ مین طرابلس الغرب پر قابض ہو گئے، القصہ قیروان کے آس پاس کے تمام شہر برباد کر ڈالے، پھر لمحہ بلمحہ اونکی تعداد مین اضافہ ہو رہا تھا، اور آس پاس کے مفسدین بھی آملے کہ عربون کی کامیابیون نے المعز کی ہیبت لوگون کے دلون سے ہٹادی تھی اور اور ون کے حوصلے بڑھا دئے، ایک مرتبہ ان کے چند امرا المعز کے دربار مین آئے، اس نے اونکی بہت خاطر و مدارات کی کہ کہین شر سے باز آجائین مگر،

وبعض الحلم عند الجہـ	ـل للذلۃ اذعان

انھون نے ناسپاسی سے اور بھی سخت دھاوے شروع کر دئے، آخر المعز نے دق ہو کر ناچار قیروان سے تین میل کی مسافت پر جبل حیدران یا جندران[1] کے پاس اپنے تیس ہزار غلام اور قریباً اتنے ہی قبائل صنہاجہ کے آدمیون کو ساتھ لا کر صف جنگ آراستہ کر دی، مگر صنہاجہ کی بے ثباتی برا رنگ لائی، کہ صرف تین ہزار عربونکی مٹھی بھر فوج نے بہت کچھ کشت و خون اور قتل و ضرب کے بعد تیس ہزار کو شکست دیدی، اس معرکہ مین المعز اور اس کے غلامون نے خوب ہی دادِ مردانگی دی، مگر آخر المعز شمس کا سفر کی طرح با دل افسردہ و چہرۂ پژمردہ قیروان واپس آیا، کسی نے اس واقعہ کا ان لفظون مین ذکر کیا ہے،

وان ابن بادیس لأفضل مالک[2]	ولکن لعمری مالدیہ رجال
ثلاثون الفامنہم غلبتہم	ثلاث الاف ان ذا المحال

المعز نے پھر ایک مرتبہ اور ہمت کی اور ۲۷ ہزار کا لشکر لیکر ان کے سر پر یکایک آن پڑا، اس مرتبہ بھی ہر چند اس کے غلامون اور قبائلِ زناتہ نے غضب کی پامردی ظاہر کی، مگر صنہاجہ کی غداری نے ابکی بھی شکست کا منھ دکھایا حالانکہ عرب صرف ۷ ہزار تھے، آخر المعز نے عربون کو قیروان مین بیع و شرا کے لیے آنیکی اجازت دے دی، اور قیروان نے اور زویلہ کے گرد فصیل بنوا دی کہ دقتِ ضرورت روک تھام ہو سکے، مگر درحقیقت المعز کی ہوا اکھڑ چکی اور عربونکی بندھ گئی تھی اس لیے یہان بھی اونھین جو چیز دکھائی دی اوسکو تباہ کرنے لگے، بالآخر المعز نے لوگون کو مہدیہ کی طرف منتقل ہونیکا مشورہ دیا اور پھر خود بھی شعبان سنہ ۴۴۹ھ مین منتقل ہو گیا، یہان اس کا فرزند تمیم سنہ ۴۴۵ھ سے گورنر تھا، جونہی کہ وہ قیروان سے نکلا عربون نے میدان خالی پا کر قتل و غارت، احراق و ہدم شروع کر دیا، پھر بدقسمتی سے رومیون نے بھی مہدیہ پر غارت شروع کر دی، ادھر عربون نے کبھی برابر کے

[1] ابن خلدون ۶ × ۱۵۹ - [2] ابن الاثیر ۹ × ۲۳۶،

ہم نوا ہو کر اور کبھی تنہا پورے افریقہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی، اس کے بعد المعز نے اپنی حیات کے چار باقی سال کچھ ایسی دلشکستگی اور پریشانی سے طے کیے کہ دنیا کی ساری رنگینیون اور دلفریبیون کو طاقِ نسیان مین رکھدیا بلکہ اس کے مزاج مین بھی کچھ چڑچڑاہٹ پیدا ہوگئی جس کے باعث اس کے درباریون کا عقد الدرر یگان یگان بکھرنے لگا، اور بالآخر اس ہار کا واسطۃ العقد یعنی ہمارا دوست جو ہمیشہ سے حلس البیت بنا رہا تھا اور مطلقاً سفر کا خوگر نہ تھا سسلی کی طرف رخصت ہوتا ہے، ابن خلدون[1] ایک جگر پاش اور جان خراش واقعہ لکھتا ہے کہ

المعز قیروان سے مہدیہ تک قبیلۂ ریاح کے امیر مونس کی خفارت اور پناہ مین گیا، مونس نے اس شرط پر خفارت منظور کی کہ وہ اپنی لڑکی اسکی طرف منسوب کرے جو اسے کرنی پڑی،

ناچیز کہتا ہے متنبی نے سچ کہا ہے، والجوع یرضی الأسود بالجیف۔ مجھے ادبی مذاق نے یہان ایک واقعہ یاد دلایا کہ جب مہلہل بکر و تغلب کی لڑائیون مین ناکام رہکر عرب کے دور دراز اطراف مین پہنچ گیا تو کسی جنبی نے اس سے اسکی لڑکی مانگی جو بحکم ضرورت اسے دینی پڑی اور کہا،

أنکحها فقدها الاراقم فی | جنب وکان الحباء من ادم
لو بأبانین جاء یخطبها | زمّل ما أنف خاطب بدم

اسی حال مین المعز سنہ ۴۵۳ھ مین اس غدار دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ اور اس کا لائق فرزند تمیم جو بڑا بے نظیر سیاسی شجاع اور غیور مسلم ہے اور جو برخلاف اپنے باپ کے شعر و شاعری[2] مین ایک ممتاز درجہ رکھتا ہے اسکی جگہ لے لیتا ہے، ابتداءً کچھ پریشانی سے گذرتی ہے مگر بالآخر ان قبائل کو باہم معروفِ جنگ وجدل کرکے خود چین کی نیند سوتا ہے، ابن الاثیر واقعات سنہ ۵۰۱ھ مین اسکی سیاست دانی کی ایک بے نظیر مثال پیش کرتا ہے کہ عربون کے قبائل عدی و ریاح مین

[1] ج ۶ ص ۱۵۹ [2] ملاحظہ ہو شرشی ۱/۲۲۳، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۲۸، ۲۹۱، ۲۸۲، ۲۸۶ - ابن خلکان ۱/۹۸ وغیرہ وغیرہ

باہم جنگ چھڑ گئی اور ایک ریاحی مارا گیا مگر ریاح نے عدی کے ساتھ سمجھوتا کرکے قتیل کا خون ہدر کردیا اس پر تمیم نے ریاح کو ان ابیات کے ذریعہ طلبِ قصاص کے لیے اکسایا،

متی کانت دماؤکم تطلّ | اما فیکم بثأر مستقل (الا ربعۃ الابیات)
کبھی تمھارے خون رائگان بھی گئے تھے؟ | کیا تم بدلہ نہ لوگے؟

اس کی وجہ سے دونون قبیلون مین بہت سخت لڑائیان ہوگیئن، اور اس طرح وہ خود ان کے شر سے محفوظ رہا تمیم نے صفاقس اور قابس وغیرہ کو ازسرنو فتح کرلیا، ابن حمدیس الصقلی اسکا درباری شاعر تھا، رومیون پر اس نے اپنی دھاک بٹھادی تھی، آخر سنہ ۵۰۱ھ مین مرگیا، پھر اس کے فرزند یحیی نے سنہ ۵۰۹ھ تک اور پھر علی بن یحیی نے سنہ ۵۱۵ھ تک اور پھر حسن بن علی نے حکومت کی، تا آنکہ سنہ ۵۴۳ھ مین رجار نے مہدیہ پر قبضہ کرلیا اور پھر تمام ساحلی شہرون پر، مگر جب سنہ ۵۴۷ھ مین موحدین الجزائر کو فتح کرکے آگے بڑھے تو یہ انکی امداد کرتا رہا تا آنکہ سنہ ۵۵۵ھ مین مہدیہ بھی فتح ہوگیا، اور یہ حاکم مہدیہ کا مشیر بنا دیا گیا اور موحدین کی طرف سے اسکو بہت سی جاگیرین ملین، پھر سنہ ۵۶۳ھ مین یوسف بن تاشفین کے بلانے پر مراکش کی طرف روانہ ہوا مگر راستہ ہی مین مقام تامسنا مین مرگیا، گویا اس طرح یہ سلسلۃ المذہب یعنی حسن بن علی بن یحیی بن تمیم بن المعز بن بادیس بن منصور بن بلکین جس کے تمام فرمانروا اپنے پیشرو کے صلبی فرزند ہین دنیا مین ۲۰۱ سال حکومت کرکے اور ہمیشہ کے لیے افریقیہ کی تاریخ مین ممتاز مرتبہ پاکر رخصت ہوتا ہے،

ابن ناجی کی نرالی منطق،

ہم نے جہان تک ممکن تھا نہایت کاوش سے قیروان کی تباہی سے بحث کی اور اس کے اسباب ایک ایک کرکے لکھدیئے، پھر دیکھا کہ ابن ناجی[1] شارح مدونہ متوفی سنہ ۸۳۷ھ اس کا ایک نرالا

[1] معالم ۳/۲۲۶، ۲۲۷، ۲۳۰ -

سبب بیان کرتے ہین جو حسب ذیل ہے:-

ولی کامل اور سالک واصل ابو الفضل عبد الصمد کے ایک صاحبزادے مسمی ابو الحسن محمد الواعظ صاحب حلقۂ ذکر تھے، المعز کو انکی ہر دلعزیزی سے اندیشہ ہوا کہ چونکہ عوام مین انکو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہے اس لیے کبھی بغاوت نہ کر بیٹھین، چنانچہ المعز نے ان سے ایک چند کتابین مستعار منگائین جو کچھ دنون رکھکر واپس کر دین، شیخ ابو الحسن نے انکو ایک ایک کر کے الٹا، ایک پرزہ کاغذ پایا جس مین یہ عبارت تھی "شاہانِ ایران اور علمائے تاریخ وسیاست کا خیال ہے کہ پر اسرار واعظ جو عوام کی تالیفِ قلوب کے لیے وعظ وذکر کی محفلین گرم کرتے ہین اربابِ دول اور دول کے لیے ایک آسمانی بلا ہین لہذا انکو مطلق العنان نچھوڑا جائے" ابو الحسن فوراً تاڑ گیے کہ یہ فعل المعز نے قصداً کیا ہے، پھر ۴۴۲ھ مین وہ حج کو روانہ ہوئے، ادھر المعز نے ان کے ساتھ کچھ آدمی کر دیے کہ انکو کسی سے ملنے نہ دین، پھر المعز نے انکو پس پشت برائی سے یاد کرنا شروع کیا اور اسی طرح اس کے حاشیہ نشینون نے، مگر جونہی کہ وہ قابس سے باہر نکلے فوراً کسی عرب کے ہاتھون قتل ہوئے، سو بعض لوگ یہ قتل المعز کے اشارے سے بتاتے ہین اور بعض اس کے خلاف ہین، یہ ماجرا کسی نے جاکر ان کے والد ابو الفضل کو جبکہ وہ جامع عمرو بن العاص مصر مین وعظ فرما رہے تھے من وعن کہہ سنایا، وہ وہین سے جوتی پہنکر بنیت حج تلبیہ (لبیک اللہم لبیک الخ) پڑھنے لگے، اور ایک خدائی کو اپنا ہمسفر کرکے بیت اللہ پہنچے اور خانۂ کعبہ کے پردے پکڑ کر دوہائی دی کہ

یا ربِّ المعز علیک بہ	یا رب علیک بابن بادیس
اے خدائے المعز اسکی خبر لے ،	اے خدا ابن بادیس کو نہ چھوڑ،

ان کی بد دعا کے دوسرے دن ہی المعز نے قیروان کی لڑائی مین عربون سے شکست کھائی،

قیروان کی تباہی کا اصل سبب یہ تھا اور کسی کو شک نہ رہا کہ یہ سب کچھ ان کی دہائی کا نتیجہ تھا نعوذ باللہ تغیر قلوب اولیائہ واصفیائہ وہذا ابیح من نقل عیاض عن محمد بن عبد الصمد انتہی مختصراً،

ناچیز مستفتی بنکر اس مالک عہد سے چند باتین پوچھتا ہے کہ کسی اور کو افتا کی اجازت نہین کہ کیف اُفتی وفی المدینۃ مالک (۱) جب وہ عربون کے ہاتھ سے مارے گئے تو کیا المعز ذمہ دار ہوگا کیا عرب المعز کے احکام کی تعمیل کیا کرتے تھے، (۲) المعز نے وعاظ مین سے صرف انہی کو شبہہ کیلیے کیون مخصوص کیا (۳) کیا امام مالک کا یہی قول ہے کہ الزامِ قتل کے لیے عوام کا کسی انسان پر گمان کر لینا کافی ہے (۴) کیا کسی ولی کامل کے شایان ہے کہ محض شبہہ کی بنا پر ایک مسلم بادشاہ کی تباہی کا خواستگار بنے (۵) کیا اولیا ان احکام سے مستثنیٰ ہین کہ لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت اور ولا تزر وازرۃ وزر اخری تو پھر جو شبہہ المعز پر ہو سکتا تھا اوسکا خمیازہ تمام مسلم اور غیر مسلم رعایا کیون اٹھائین، کیا خدائے عادل کا عدل اسکو روا رکھ سکتا ہے (۶) کیا اہلِ مصر کی میقات حج جامع عمرو بن العاص ہے اگر ہے تو کس مذہب مین؟ پھر بھی مین ابن ناجی کا بہت ممنون ہون کہ المعز کی سیاست دانی کا ایک اہم واقعہ ہمین بتایا، نیز تعوذ مین بھی اوسکا ہم آہنگ ہون کہ اللھم انا نعوذ بک من تغیر قلوب اولیائک واصفیائک، اے کاش کہ اگر یہ واقعہ کچھ پہلے معلوم ہو جاتا تو مجھے ضخیم کتابون کی ورق گردانی اور اسباب وعلل کی جستجو سے ایک حد تک نجات مل جاتی،

شہر قیروان

مشہور تو یہی ہے کہ اسکا منسوب قیروانی ہے مگر یاقوت معجم البلدان مین قیروی بھی لکھتا ہے اور نسخۂ مختصرۂ دیوان ابن رشیق موجودہ اسکوریال مین القیروی علی التجرید عن الزوائد بھی ہے،

یہ شہر ہر چند اسلامی تھا جس طرح گزرا گزرفتہ رفتہ تمام افریقہ کے تمدن و تہذیب اور علوم و فنون کا ماوی و ملجا بنگیا، بڑے بڑے علماء، صلحاء، فقہاء، اطباء، کتاب، شعراء، مہندسین اور منجمین اطراف سے سمٹ سمٹا کر یہاں جمع ہوگیے، چونکہ یہ بلاد مشرق و مغرب (اندلس مراکش وغیرہ) کی گزرگاہ پر واقع تھا اس لیے ہر دو جگہوں کے گذرنے والے فضلاء کا موقف و مخیم بن گیا تھا جس کے باعث علماء سے گذر کر امراء و عوام کے دلون مین بھی علمی جذبہ گدگدیان لینے لگا، یہان کے محققین نے مشرق و مغرب کی گرد جہان ماری اور قیروان کو علوم و فنون سے مالا مال کر دیا[1]، ابن ناجی لکھتا ہے،

کہ ابو عبد اللہ ابن سعدون قیروانی نے مصر و مکہ وغیرہ مین علوم کی تکمیل کی اور پھر بغرض تجارت تمام بلاد مغرب و اندلس کی سیر کی مثلاً قرطبہ، بلنسیہ اور مرسیہ وغیرہا، ان ممالک کے علما نے ان سے بہت کچھ تعلیمی اور ارشادی فیوض پائے اور علمی فتوحات کین، آخر وہ مین شہر اغمات (مراکش) پہنچکر ۴۸۵ھ مین مرے،

یہان کے فقہائے مالکیہ یعنی قاضی اسد بن الفرات، سحنون، ابن یونس، اللخمی، ابن محرز، ابن بشیر اور مالک عہد ابن ابی زید مصنف الرسالۃ وغیرہ جن کے ذکر سے الدیباج المذہب، معالم الایمان اور مقدمۂ ابن خلدون[2] کے صفحات لبریز ہین، دنیا بھر کے موالک کے مقتدی تھے، مشرق و اندلس و باقی افریقہ کے طلبہ شد رحال کر کے ان کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے تھے، اس غیر معمولی حرکت و نہضت نے وہ وہ حفاظ و اثبات پیدا کیے جن کی یاد سدا زمانے کے کانون مین گوشوارہ بنکر آویزان رہیگی، دباغ[3] لکھتا ہے،

کہ ابو القاسم عبد الحق السیوری دنیا کے چند مافوق العادۃ حفاظ مین سے تھے انھین مدونہ جیسی ضخیم کتاب ازبر تھی،

[1] معالم ۳ × ۲۸۵ - [2] ۲۷۶ ۱۳۱۱ھ مصر [3] ۳ × ۲۲۵ معالم۔

ابن ناجی اس پر اضافہ کرتا ہے،

نہین بلکہ انھین تو اکثر دفاتر فقہ نوک زبان تھے، حتی کہ اگر کبھی ان کے سامنے کوئی غریب قول نقل کیا جاتا تو کہا کرتے تمھین یہ قول کہان سے ملا؟ مجھے تو یہ فلان فلان اور فلان کتابون مین (وہلم جرا) اس کا کہین پتہ نہ چلا حتی کہ اسی طرح وہ اکثر موافقین و مخالفین کی کتابون کے نام دہرانے لگتے، ایک ثقہ نے مجھ سے نقلاً عن شیخنا محمد الشبیبی بیان کیا، کہ جو باہر کے طلبہ قیروان مین تحصیل کے لیے آتے تھے انھون نے المدونہ کے تمام نسخے خرید ڈالے اور قیروان کے بازارون مین کوئی نسخہ نچھوڑا، اس سے قیروان کے علماء کو بہت دقت ہوئی، وہ سیوری مذکور کے یہان آئے اور یہ کیفیت بیان کی، اسپر انھون نے سینہ سے المدونہ املا کرانا شروع کر دیا، کچھ دنون بعد بہین اوسکا ایک نسخہ ہاتھ لگا اور مقابلہ کیا تو لفظ بلفظ درست پایا،

یہان کے علماء کی دیانت صلاح اور حسن سلوک و ایثار کی مثالون سے معالم الایمان کے صفحات معمور ہین، مثلاً ملاحظہ ہو ترجمہ[1] ابو علی حسن بن خلدون، یہان کے اطبا بھی دور دور تک نامور تھے صاحب[2] معالم لکھتا ہے:-

جب احمد بن عوانہ اپنی آنکھون کا علاج کرانے قیروان آئے تو ابو علی ابن خلدون نے ان کو اپنے ہان مہمان رکھا اور طبیب ابن اعین کو بلا کر انکا علاج کرایا، حتی کہ ان کی آنکھین درست ہوگئین، یہ سب کچھ ابو علی کے خرچ پر ہوا، جب ابن عوانہ رخصت ہونے لگے تو انھین کتاب جامع ابن وہب نذر کی (کہ پہلے کہہ آئے ہین کہ ابن عوانہ نے ان کی نقد امداد قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا) جسکی قیمت تین سو درہم تھی،

اسی طرح وہان کا ایک ابن الجزار نامی طبیب بہت مشہور ہے، نجوم کے متعلق ابن خلدون[3]

[1] معالم ۳ × ۱۹۰ - ۱۹۴، [2] ۳ × ۱۹۱ - [3] ۱ × ۲۹۱ -

کے قول کو نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں:-

اس عہد کے متاخرین مغرب نے ایک تونسی منجم ابن اسحٰق کے زائچہ پر بہت اعتماد کیا ہے جو ساتوین صدی کا ہے،

صاحب نباتاط کہتا ہے کہ المعز کے دربار مین قریبًا ایکسو شعرا آمد و رفت رکھتے تھے جنکا سرپرست ابوالحسن علی ابن ابی الرجال الکاتب الشیبانی تھا، یہ ابن رشیق کا ولیِ نعمت تھا، اسی کے نام پر العمدہ کو معنون کیا ہے اور جابجا اس کے ابیات[1] سے اپنی کتاب کو زینت دی ہے، عمدہ کے آخر مین اسکو مخاطب کرکے چھ ابیات لکھتا ہے؛

ان الذی صاغت یدی وفمی	وجری لسانی فیہ او قلمی
فما عنیت بیک خالصہ	واخترتہ من جوہر الکلم
لم اُھدہ الا لتکسوہ	ذکرا یجدّدہ علی القدم۔ آہ

ایک جگہ اپنے مولی کی سخن سنجی کو ان[2] الفاظ مین ظاہر کرتا ہے:-

انی لاعجب کیف یحسن عندہ[3]	شعر من الاُشعار مع احسانہ
ماذاک الا انہ در النہی	یقف (؟)[4] التجاربہ علی دھقانہ

اور ہمین اپنی پست آواز مین یہ بتاتا ہے کہ جس طرح متنبی سیف الدولۃ کے لیے تھا اسی طرح وہ ابن ابی الرجال کے لیے ہے، یہ فاضل المعز کا سکریٹری تھا، المعز نے اسی کے ہاتھون تربیت پائی تھی، ابن رشیق کو بہت چاہتا تھا، ایک مرتبہ اس سے فرمائش کی کہ جس طرح ناشی نے اوصاف شعر مین متعدد قصیدے لکھے ہین تم بھی طبع آزمائی کرو چنانچہ ابن رشیق نے کہا[5]،

---

[1] مثلاً ملاحظہ ہو العمدہ ۱۵ ،۲۸ ،۳۰ ،۱۲۳ ،۱۲۳ ،۱۱×۲ ،۱۴ ،۱۸ ،۸۱ ،۸۸ ،۸۹ ،۹۰ ،۱۱ ،۱۳۴ وغیرہ، [2] العمدہ ۱۲۳، [3] کذا فی العمدۃ ولعل صوابہ یوفی او یقف او ما یشبہما، [4] العمدہ ۱×۲۳۔

الشعر شیء حسن لیس بہ من حرج الی آخر العشرۃ الابیات

شعر و سخن کا مذاق جس طرح ذکر ہوا تمام طبقات آبادی مین مرض متعدی کی طرح سرایت کرچکا تھا جس طرح الموذج[1] کی اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے،

ایک دن مین مع کئی اور شعرا کے ابو لقمان غضنفیرے کی دکان پر بیٹھا ہوا تھا، ابو لقمان کچھ کچھ شاعری کا بھی دم بھرتا تھا، وہ درکادو کے ہمراہ شطرنج مین مصروف ہوا، ادھر ہم ان دونون کے باہمی مذاق پر ہنسنے لگے، اتنے مین درکادو بولا اگر میرے اس مصرع پر مصرع لگادو تو جانون۔

حیتان حبث فی طنجیر بنی ای ابو لقمان نے کہا، وفحم جھلت فی کانون احشائی

اس پر اصر بن ابراہیم الکونی نے کہا احسنت احسنت یا ابا لقمان تمہارا مصرع اسکے مصرع سے کہین اچھا ہے، ابو لقمان نے کہا۔ اجی حضرت ابھی دیکھا کیا ہے یہ تو بدیہہ گوئی بھی ہے[2]

اسی طرح الموذج کی ایک اور حکایت ہے،

قیروان اور اس کے علماء پر بہت کچھ کتابین لکھی گئی ہین ذیل مین ہم چند ایک کے نام دیتے ہین انموذج الزمان لابن رشیق[3] - (دیباج[4])، معالم الایمان للدباغ و ذیلہ لابن ناجی تاریخ القیروان لابن زیادۃ اللہ الطبنی، تاریخہا[5] لابی محمد ابن عفیف، تاریخہا[6] لابن رشیق - طبقات علماء افریقیۃ و کتاب[7] عباد افریقیۃ کلاھما لابی العرب محمد بن احمد بن تمیم، کتاب[8] فی اخبار ملوک افریقیۃ والقائمین علیہم للتاریخی، مگر اب تو جس طرح ذکر ہوا نہ؛ چہل پہل ہے نہ وہ علم و فضل، اب تو قیروان مین بیس ہزار گمنام نفوس بستے ہین وبس،

---

[1] بدائع البدایہ ۱۰۷، [2] البدائع ۲×۳۹، [3] المعجب لیڈن ۲۵۹، [4] المعجب ،، [5] کشف الظنون ،، [6] الدیباج المذہب ۲۵۰۔ [7] تاریخ علمائے اندلس ضبی مطبوعہ اسپین نمبر ۱۳۱

ادباء وشعرائے قیروان کے متعلق چونکہ ہمین کوئی کتاب نہین ملی اس لیے یہان ان کی مختصر سی فہرست دیدینا شاید فائدہ سے خالی نہ ہو،

(۱) عبد الوہاب بن محمد الازدی المعروف بالمثقال۔ انموذج فوات الوفیات ۲×۴۴ ۲

انموذج فوات ۱×۲۵۱ التکملہ لابن الابار نمبر ۱۶۴۷ -

(۲) محمد ابن ابی سعید ابن شرف الجذامی قرن ابن رشیق۔ معالم۔ فوات۔ التکملہ لابن بشکوال نمبر ۱۲۰۸

(۳) علی ابن ابی الرجال الشیبانی العمدة

(۴) احمد ابن ابی الاصبغ الادباء ۱×۲۷۸

(۵) علی بن فضال القیروانی الادباء ۵×۲۸۹

(۶) الرفیق القیروانی یہ غیر معمولی لیاقت کا آدمی تھا الادباء ۱×۲۸۷

(۷) محمد بن عبدون السوسی۔ ابن رشیق رحلة التیجانی، صقلیہ ۳۷۹،

(۸) ابن المؤدب انموذج ابن خلکان۔ مسالک صقلیة ۲۵۳، ۲۲۲، ۲۶۳

(۹) عبد اللہ بن محمد الازدی المعروف با لعطار فوات ۱×۲۳۵

(۱۰) ابو حبیب عبد الرحمان بن احمد

(۱۱) ابو لقمان الصفار
(۱۲) الدکادو
(۱۳) محمد (او احمد) بن ابراہیم الکمونی التیمی (البساط ۵۲)

ان الانموذج والبدائع ۱×۷۰ ،،

(۱۴) ابو العباس ابن حدید انموذج۔ البدایع ۱×۱۱۳ و ۱۲۰ -

(۱۵) محمد بن حبیب التنوخی انموذج البدائع ۱×۲۳۹،

(۱۶) یعلی بن ابراہیم الادلسی ادباء ۶×۲۶۹، البدائع ۲×۳۹ -

(۱۷) محمد بن جعفر القزاز انموذج ادباء، ابن خلکان (دیباجة الشیوخ)

(۱۸) عبد الکریم بن ابراہیم النہشلی انموذج (شیوخ مین ان کا ذکر آئیگا)

(۱۹) ابو اسحٰق ابراہیم الحصری (شیوخ) انموذج

(۲۰) ابو الفضل الدارمی الوزیر ابن رشیق بدائع ۲×۱۱۹، معالم ۳×۲۳۱، البساط ۵۳،

(۲۱) ابن معد القیروانی معاہد ۲×۲۲۰

(۲۲) عمر الخراط القیروانی معاہد ۱×۱۲۱

(۲۳) محمد بن عطیة بن حیان الکاتب بساط ۵۲

(۲۴) ابراہیم المازری القیروانی ابن رشیق بساط ۵۲

(۲۵) عبد العزیز بن محمد القرشی ابن رشیق لبساط ۵۲،

(۲۶) الطوسی الاعمی الشاعر ابن رشیق الغیث المنسجم ۲×۲۲۵،

(۲۷) ابو الحسن محمد الصابری انموذج۔ بساط ۶۳

(۲۸) ابو العرب الصقلی، مجموعة اماری ۶۰۸ وغیرہا۔

(۲۹) الحکیم الفیلسوف ابو الصلت صقلیہ ۶۰۰ ابن ابی اصیبعہ وغیرہ

(۳۰) الحکیم الفیلسوف الشاعر ابو الفضل جعفر بن محمد بن شرف الصلة لابن بشکوال نمبر ۲۹۵ -

بغیة الملتمس للضبی نمبر ۶۱۰ -

(۳۱) تمیم بن المعز الملک ابن خلکان وغیرہ،

(۳۲) عبد اللہ بن رشیق اندلسی قیروانی الانموذج التکملہ لابن الابار مطبوعہ اسپین نمبر ۱۲۸۱ -

(۳۳) عبد العزیز بن ابی سہل الخشنی الضریر۔ انموذج من الشیوخ۔ بغیہ ۳۰۸

اس فہرست کے ذریعہ گویا الانموذج کا ایک جزو ملگیا، گر اس کتاب کا روئے زمین کے عمومی کتبخانون مین کہین پتہ نہین چلتا،

ابو علی الحسن بن رشیق القیروانی الأزدی (بالولاء)

ولادت و ایام محمدیہ (مسیلہ)

ابن بسام[1] الذخیرہ مین لکھتا ہے "مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس کی ولادت مسیلہ (محمدیہ) مین ہوئی ہے،" خود[2] ابن رشیق انموذج مین اپنے ترجمہ مین لکھتا ہے "صاحب الکتاب ہو حسن بن رشیق مولی من موالی الازد ولد بالمحمدیہ ۳۹۰ھ وتادب بہا لیسیرًا الخ، ابن خلکان لکھتا ہے کہ اور لوگ اسکا مولد مہدیہ کو بتاتے ہین، مگر یہ قول خود ابن رشیق کی اپنی تصریح کے خلاف ہے نیز صاحبِ مسالک الابصار نے اس کو مسیلی لکھا ہے، اور یہ نسبت صرف بلحاظ مولد ہو سکتی ہے کہ اس کی تربیت و تعلیم تو قیروان مین ہوئی ہے، اسکا باپ رشیق ایک رومی مملوک تھا جس طرح[3] خود ابن رشیق اپنے کسی تصنیف مین کہتا ہے،

"واما انا فغفر اللہ فی وجہتہ ہذا الشیخ الی واتم بہ النعمۃ علی رضیت بہ رومیا لا دعیا ولا بدعیا" مختصرًا۔ اور وہ کسی ازدی کا مولی تھا اس لیے ابن رشیق کو بھی ازدی (بالولاء) کہتے ہین اسی طرح وفیات، انباہ[4] الرواۃ، اور مسالک[5] الابصار وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے، مگر صاحب بساط کی انوکھی تحقیق سنئے:-

کہ ہمین طول طویل تحقیق کے بعد بمشکل معلوم ہوا ہے، کہ قطعًا یہ نہین کہا جا سکتا کہ اسکا باپ رومی مملوک تھا جس طرح بعض مؤرخین کا گمان ہے، اس لیے کہ رشیق عمومًا افریقہ کے عربی الاصل

---

[1] ابن خلکان ۱: ۱۳۳، مجموعۂ داری از مسالک الابصار ۵۰، [2] معجم الادباء ۳: ۱۰۲۔ [3] ایضًا، [4] در مجموعۂ داری فی تواریخ صقلیۃ ص ۸۰۔

خاندانون کا نام رہا ہے۔

ناچیز کہتا ہے کہ یہ قول سراسر ناقابلِ التفات ہے بدین وجوہ (۱) خود ابن رشیق اپنے باپ کو رومی کہتا ہے کما مر۔ (۲) جن علماء کے باپ غلام رہکر مسلمان ہو گئے تھے ان کے شجرہ کے باقی نام مشکل سے ملین گے مثلاً یاقوت بن عبداللہ الرومی وغیرہ، کوئی نہین بتا سکتا کہ عبداللہ کے باپ کا کیا نام تھا کہ الاسلام یجب ما قبلہ (۳) بعض مؤرخین کا قول نہین بلکہ سب کا (۴) رشیق عمومًا غلامون کا نام رہا ہے احرار کا بہت کم، کہ رشیق کے معنی "نازک اندام" کے ہین یہ صفت غلمان کے لیے موزون ہے کہ عمومًا اس عہد کے آقا غلامون کا نام اپنے فوائد کے لحاظ سے رکھتے تھے مثلاً افلح، نجاح، میسر وغیرہ ہکذا اقال علماء اللغۃ والاشتقاق۔ ہر چند یہ بات بدیہی تھی پھر بھی ہم دو نام پیش کرتے ہین رشیق[1] غلام بکجور اور رشیق[2] خادم الوزیر عبیداللہ بن یحیی بن خاقان اسی طرح صاحبِ بساط کا ایک اور اختراع ملاحظہ ہو؛

ہمین یقین ہے کہ ابن رشیق محمدیہ مین تقریبًا ۳۸۰ھ مین پیدا ہوا ہے، اور ۳۹۰ھ کا قول بالکل صحت سے عاری ہے، اس لیے کہ خود ابن رشیق اپنی کسی تصنیف مین ایک اندلسی شاعر کے ترجمہ مین لکھتا ہے، "میری اس سے ۴۰۱ھ مین محمدیہ مین ملاقات ہوئی تھی" یہ بات کسی طرح معقول نہین کہ دس برس کی عمر مین وہ مشہور ادبار کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے کے قابل ہو گیا ہو،

ناچیز کہتا ہے یہ قول لغویت مین پچھلے سے کسی طرح کم نہین۔ اولاً یہ استنباط ہے حالانکہ ابن رشیق انموذج مین تصریح کر رہا ہے کہ مین ۳۹۰ھ مین پیدا ہوا ہون، ثانیاً کسی نے نہین کہا کہ اس کی ولادت ۳۸۰ھ مین ہوئی ہو، پھر یہ سنہ کیون ولادت کے لیے مخصوص کیا جائے، ثالثاً ابن رشیق کی کتاب کا نام نہین لکھا اور مقام احتجاج مین کتاب کا نام نہ بتانا روا نہین، رابعاً ابن رشیق جمعیت یہ

---

[1] ذیل تاریخ دمشق لابن القلانسی ۳۵۔ [2] ابن تغری بردی لیدن ۱۸۵۵ء ۲: ۳۸

کا لفظ استعمال کرتا ہے نہ عارضتہ نہ باریتہ کا، اور کسی سے ملنے کے لیے گیارہ سال کی عمر کافی ہے، اغلباً
اس وقت اوسکی عمر گیارہ سال ہوگی نہ دس،

العمدہ ابن رشیق کا والد سنار تھا جس طرح تمام تواریخ مین بلا خلاف لکھا ہے نہ کہ جوہری،
جس طرح انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مضمون نگار محمد بن شنب افریقی نے غلطی سے لکھدیا ہے، اوسنے
اپنے فرزند کو ابتداءً اپنی ہمت کے مطابق سناری کا پیشہ سکھایا، مگر ابتدائی تعلیم[1] نے ابن رشیق مین
ذوقِ ادب پیدا کر دیا تھا اس لیے اس ہونہار کو مسیلہ مین فراخ جولانگاہ دکھائی نہ دی، اور اسے
سنہ ۴۰۶ھ مین اپنی تعلیم کی تکمیل کے لیے قیروان آنا پڑا،

اوس کے شیوخ،

(۱) ابو عبد اللہ محمد بن جعفر القزاز القیروانی امامِ لغتہ و ادب بلا منازع مصنف الجامع فی اللغۃ جو
بقول یاقوت کسی طرح تہذیب ازہری سے کم نہین، ابن رشیق نے ان سے غیر معمولی فیض حاصل کیا ہے،
انموذج[2] مین لکھتا ہے،

فضح المتقدمین وقطع السنۃ المتاخرین۔ وکان مہیباً عند الملوک والامراء وخاصۃ
الناس، محبوباً عند العامۃ قلیل الخوض الا فی علم دین او دنیا۔ یملک لسانہ ملکاً شدیداً،

العمدہ کو بھی جابجا ان کے اقوال[3] سے آراستہ کیا ہے، ان کا نام نہایت ادب سے لیتا ہے،
اور شاید ہی ان پر کوئی نکتہ چینی کی ہو، معلوم ہوتا ہے کہ ابو زید، مبرّد، ابو حاتم، اور ابن دُرید وغیرہم
کی کتابین اسے انھی کے ذریعہ پہنچی ہین بدین[4] سند۔ أنشدنا ابو عبد اللہ محمد بن جعفر النحوی
القزاز عن أبی علی الحسین بن ابراہیم الآمدی عن ابن درید عن أبی حاتم السجستانی

[1] معجم الادبا ۳/۴۳۰، [2] از انموذج، [3] ابن خلکان ۱/۵۵۱، معجم الادبا ۶/۷۹، [4] ملاحظہ ہو ۱/۸۷، ۸۵، ۱۰۲، ۱۰۷، ۱۱۵، ۱۱۲، ۲/۲۳، ۱۵۰، ۱۹۱ - وغیرہ وغیرہ، [5] العمدہ ۱/۱۲۱، ۲/۱۹۱، ۱۵۰

عن أبی زید الانصاری، اور بدین سند أخبرنا ابو عبد اللہ محمد بن جعفر النحوی عن أبی
علی الآمدی عن علی بن سلیمان الاخفش عن محمد بن یزید المبرد، العمدہ[1] مین القزاز کی دقیقہ
فہمی کے متعلق ایک واقعہ لکھا ہے، جسکو یاقوت نے بھی ترجمۂ قزاز مین نقل کیا ہے، کہ ایک روز انھون
نے اپنے کسی شاگرد سے یہ چیستان پوچھی،

أحاجیک عباد کزینب فی الوری ولم تؤت الا من حمیم وصاحب

قزاز کا مطلب عباد کزینب کے مقلوب یعنی "سرک ذائع" سے تھا جسکو شاگرد نے فوراً تاڑ لیا اور جواب دیا،

سأکتم حتی ما تحس مدامعی بمرانهلّ منها من دموع سواکب

گویا شاگرد نے "سرک ذائع" کا جواب "ساکتم" سے اور ساکتم کے مقلوب کے ذریعہ ایک چوٹ
بھی کر گیا، یعنی کہ "متک اتیت" (اپنے ہی راز کو طشت از بام کیا ہے) سو یہ پہیلی اور اسکی بوجھ دونون
نہ صرف بنہایت بلیغ ہین بلکہ اس عہد کے طلبہ کے علمی ذوق اور دقیقہ سنجی کا پتہ دیتی ہین، نیز قزاز کی
توجہ اور علمی فضل کا، قزاز کی وفات سنہ ۴۱۲ھ مین ہوئی،

(۲) ابو اسحق ابراہیم الحُصری صاحب زہر الآداب۔ انکا ذکر انموذج مین کیا ہے اور لکھتا ہے،
کہ ان کی وفات سنہ ۴۱۳ھ مین ہوئی ہے، ابن بسام کا یہ قول کہ انکی وفات سنہ ۴۵۳ھ مین ہوئی ہے،
بالکل ناقابل التفات ہے، کہ ابن رشیق سے بڑھکر ان کے بارے مین کسی کا قول معتبر نہین ہو سکتا،
نیز یہ ممکن نہین کہ وہ اپنے استاد کو طبعی موت سے ۴۱ سال پہلے مردہ لکھدے، معلوم ہوتا ہے
کہ وہ ان سے شاید ہی شعر و شاعری مین کچھ مدد لیتا ہو، مگر یہ تو یقینی ہے کہ اس نے ان سے
کوئی طویل استفادہ نہین کیا، العمدہ مین ان کا کہین کوئی ذکر نہین، یہ واقعہ اس امر کا شاہد ہے،
کہ اس نے ان سے باقاعدہ کچھ نہین سیکھا،

[1] العمدہ ۱/۲۱۱ - الأدبا ۶/۷۹،

ابن رشیق کہتا ہے کہ انھون نے شعراء کی عمرونکی ترتیب پر ایک طبقات الشعراء لکھنی چاہی،

مین تمام شعراء سے کم عمر تھا سو مین نے کہا،

رفقاً أبا اسحٰق بالعالم	حصلت فی اضیق من خاتم
اے ابواسحٰق دنیا کے حال پر ترس کھاؤ	تم تو چھلے سے بھی تنگ ترمقام مین پھنس گئے ہو
لوکان فضل السبق منددحة	فضّل ابلیس علی آدمَ
اگر سبقتِ ولادت مین کوئی خوبی ہوتی	توابلیس کو آدم پر فوقیت ہوتی،

سو یہ شعر سنتے ہی انھون نے اپنا ارادہ فسخ کردیا، معذرت کی، اور مرتے دم تک اُن کا درِ فکر بند رہا اور کچھ نہ لکھا،

(۳) ابومحمد عبدالکریم بن ابراہیم النھشلی، ان کا ذکر عمدہ[۱] مین بجد کثرت سے ہے کہ انکی شعروشاعری پر ایک کتاب ہے جس سے عموماً ابن رشیق نقل کرتا ہے، باب[۲] عمل الشعر مین لکھتا ہے کہ "جب ہم مہدیہ کی سیر کرتے کرتے ایک کدیہ نامی مقام تک پہنچے تو میرے مہدیہ کے رفیق نے کہا مین یہان اکثر تبہ سیر کرتا ہوا نکل آیا تھا تو مین نے ابومحمد عبدالکریم کو یہان کے ایک برج کی سطح پر بیٹھا پایا، مین نے پاس آن کر پوچھا کیا آپ عبدالکریم ہین۔ کہا ہان مین نے کہا آپ یہان کیسے؟ کہا طبیعت سے شعر بافی کا کام لے رہا ہون، مین نے کہا اچھا کچھ کہا بھی؟۔ بولے ہان بہت کچھ اور خوب، پھر مجھے پیادہ سخن سنایا جو دل مین کھبا جاتا تھا، پھر کہا یہ اصمعی کی وصیت ہے" یعنے کہ شعرگوئی کے لیے منتزہات مین جانا۔ ایک اور جگہ[۳] لکھتا ہے کہ اس نیک طینت نے کبھی کسی کی ہجو نہین کی، ابن رشیق ان کا نام نہایت ادب اور نیازمندی کے ساتھ لیتا ہے، بعض[۴] جگہ ان پر نہایت صحیح اور اہم اعتراضات

[۱] الدیباج ۱۰۹، [۲] ۲۵۹، [۳] ۱، ۴۵، ۵۲، ۱۵۸، ۲۰، ۲۰، ۹۸، ۱۳۰، ۱۶۵، ۱۶۹، ۱۸۸، ۲۰، ۹۴، ۱۹۲، ۲۲۸، ۲۲۳ وغیرہ

[۳] ۱، ۱۲۸، [۴] ۱، ۱۵، ۱، [۵] عمدہ ۱، ۱۶۹، ۱۸۸، ۲-۲، ۱۹۲،

بھی کیے ہین جنکا یہان نقل کرنا باعثِ ملال ہوگا، ایک[۱] جگہ ان کے آٹھ رائیہ ابیات نقل کیے ہین جو نہایت بلیغ ہین۔ انموذج[۲] مین اس سلسلہ مین اُن کا ذکر آیا ہے،

"ایک دن قیروان کے تمام محکمۂ مال کے کاتب اپنے دفتر مین مجتمع تھے کہ یکایک ایک مذہبی آن پڑی جسکو ایک شخص پکڑ کر بولا کہ اس پر طبع آزمائی کرو، سو یعلی بن ابراہیم الاریسی نے جو سب مین کم عمر تھا فوراً اگلے ابیات کہے:

عمدہ[۳] مین ان کا ایک غریب قول نقل کیا ہے یعنی کہ متنبی کو فراست کی وجہ سے متنبی کہا گیا، ناچیز کہتا ہے کہ آخر مضمون مین انکی ایک غلطی کا ذکر آئیگا، صاحب بساط نے انکو ابن رشیق کے مشائخ مین لکھا ہے گو مجھے ہنوز اسکا کوئی ثبوت نہین ملا۔

(۴) ابوعبداللہ عبدالعزیز ابن ابی سہل الخشنی الضریر متوفی سنہ ۴۶۰ھ العمدہ مین انکا ذکر دو جگہ ہے ایک جگہ[۴] ان کی کنیت ابوعبداللہ لکھی ہے کما فی الانموذج ایضاً دوسری[۵] جگہ ابومحمد ہے، انھین انموذج[۶] مین بھی بدین الفاظ ذکر کیا ہے:۔

یہ نحو ولغت مین مشہور اور بغایت محتاج الیہ تھے، ان کے اور علوم بھی اچھے تھے، مین نے ان سے بڑھکر کسی نابینا کو خوش اخلاق باحیا، دیندار اور پاک باطن نہین پایا، جب مین ان سے ملا اس وقت وہ نوے سال کے ہوچکے تھے، تلامذہ جب ان سے باتین کرتے تو شرم سے وہ گلگون ہوجاتے، کوئی ماہر سے ماہر شاعر بھی ان سے بے نیاز نہین ہوسکتا

(۵) الشیخ ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن السمین، العمدہ[۷] مین ان کا نام کئی جگہ احترام سے مذکور ہوا ہے ابن رشیق نے انسے بہت سے مشکل مسائل دریافت کیے تھے،

[۱] ۲، ۲۲۸، [۲] البدائع ۲، ۳۹، [۳] ۱، ۵۴، [۴] ۱، ۱۲۲، [۵] ۱، ۲، ۲، [۶] بساط ۵۷، وبغیۃ الوعاۃ ۳۰۸، [۷] ۱، ۱۴۴-۲، ۲۳۴-چونکہ قزاز کی کنیت بھی ابوعبداللہ ہے اسلیے ممکن ہے کہ قزاز کے بعض مذکورہ حوالے ان کے ہون،

(۴) القاضی ابوالفضل جعفر بن احمد (یا محمد) النحوی مجھے ان کا ذکر دو جگہ عمدہ[۱] مین ملا ہے دلچسپ

ممکن ہے ان کے علاوہ اس کے اور اساتذہ بھی ہون العمدہ مین کئی جگہ الشیوخ اور بعض الشیوخ[۲] سے

نقل کیا کرتا ہے،

اوس کے تلامذہ،

افسوس اس سلسلہ مین ہمین کچھ معلوم نہین ہوا، جو ہوا وہ مختصر ہے،

(۱) ابو محمد عبداللہ بن یحیی بن حمود الحزمی (؟) یہ خود دیوانِ ابن رشیق (جزو)[۳] موجودہ اسکوریال

مین ابن رشیق سے سامعانہ حیثیت مین اوس کے اشعار نقل کرتے ہین،

(۲) ابو عبداللہ[۴] الصفار الصقلی (یا ابن الصفار[۵]) یہ تو ابن رشیق کا کلام سننے کی خاطر سسلی

سے ہجرت کرکے آتے تھے جس طرح آیندہ آئیگا،

عہد شباب اور اسکی شاعری کا چرچا

اس سلسلہ کی پہلی کڑی وہ واقعہ ہے، جو خود اس نے انموذج[۶] مین لکھا ہے،

مین نے ۴۰۶ھ مین المعز کی مدح مین ایک نونیہ لکھا جس کا مطلع ہے،

ذمت (؟) لعینك اعین الغزلان قمر اتو لحسنہ (؟) القمران

ناچیز کہتا ہے کہ معجم الادباء اور حلل سندسیہ[۷] مین اسی طرح ہے، مگر مین ذمت کی تانیث

کا سبب نہ سمجھ سکا نیز لحسنہ کی جگہ بحسنہ بالبار چاہئے[۸]، اس کے بعد پھر اعیاد و مواسم کے موقعون پر

[۱] ۱، ۲، ۷، ۵، ۳، ۰۔ [۲] ۱ × ۱۴۱، وغیرہا، [۳] مجموعہ ۱۱ ماری ۶۸۰، [۴] البدائع ۲ × ۳۶،
[۵] صقلیہ از مسالک الابصار ۶۵۱، [۶] ملاحظہ ترجمہ ابن رشیق معجم الادباء، [۷] مقدمہ عمدہ
[۸] معارف:۔ ذمت کی تانیث اس لیے ہے کہ اس کا مفعول مالم یسم فاعلہ اعین الغزلان جمع مکسر تانیث
ہے، لحسنہ اس لیے ہے کہ اقرار کا صلہ مقرلہ کے لیے لام، اور جس شی کا اقرار کیا جائے اسکے لئے باء ہے یعنی اقر لحسنہ بالکمال

بھی قصائد و مدائح سناتا رہا، تا آنکہ ایک لامیہ لکھا جس کے صلہ مین جس طرح وہ[۱] خود کہتا ہے المعز نے

اس کو اپنی خدمت مین قبول کیا، کاتب دیوان کا عہدہ بخشا، اور گران بہا تحائف بھی دیے،

اس کا ایک بیت ہے،

لو اثمرت من دم الاعداء سمر قنا لاورقت عندہ سمر القنا الذبل[۲]
(ملاحظہ ہو المنتف)

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ مصر سے جب ایک سفارت آئی جس کے ساتھ علاوہ اور تحائف کے

زرافہ بھی تھا، تو ابن رشیق نے ایک ہمزیہ سنایا، سو جب المعز کے دربار مین جو نقد و ادب کے لیے

اس عہد مین معیار تھا ابن رشیق کا کلام کامل العیار نکلا تو رفتہ رفتہ اسکی شہرت افریقہ سے تجاوز

کرکے سسلی اور اندلس تک جا پہنچی وہان کے ادبا بن دیکھے ہی اس کے سخن پر سو جان سے فدا

ہونے لگے، بلکہ ادبا سے گذر کر ملوک طوائف اندلس تک بھی اس کی آواز پہنچ گئی جس طرح آئیگا

صاحب لباط مقدمہ ابن خلدون سے ناقل ہے کہ

ماکان بافریقیة من مشاهیر الشعراء الا ابن رشیق و ابن شرف

یہان ہم چند عبارتین اس مدعی کے اثبات مین نقل کرتے ہین،

الذخیرة لابن بسام[۳] مین ہے، ابو عبداللہ الصفار الصقلی کہتا ہے، مین صقلیہ مین

رہا کرتا تھا اور ہمارے ہان ابن رشیق کا کلام پہنچا کرتا جس سے مین اسکی ملاقات کا متمنی

رہتا، تا آنکہ جب ہمارے ملک پر رومیون نے قبضہ کرنا شروع کیا تو مین اپنا سارا مال و متاع

وہین چھوڑ کر تن تنہا اپنی جان کی خیر منا کر بھاگ نکلا، جی مین یہی سودا سمایا تھا کہ کسی طرح

[۱] ادبار ۳ × ۱۴۳، [۲] ناچیز کہتا ہے کہ اسی وزن اور ردیف مین ابن شرف کا بھی ابن ابی الرجال کی مدح مین ایک قصیدہ ہے جس کے بیت
کو قاضی عیاض نے بہت پسند کیا ہے، وہو سل عنہ وانطق بہ وانظر الیہ تجد ملء المسامع والافواه والمقل معلوم نہین
کہ دونون مین کون سابق ہے اور کون ناقل، [۳] البدائع ۲ × ۳۶ - مسالک الابصار صقلیہ ۶۵۱۔

ابن رشیق سے ملاقات ہو جائے کہ شاید اس کے رقت شمائل اور دیدار پر انوار سے میرا غم
کچھ کم ہو جو اہل و وطن سے جدا ہو کر دل کو چین نہین لینے دیتا تھا، سو قیروان آیا اور پہنچتے ہی
پہلا کام یہ کیا کہ اس کے گھر پہنچا، دستک دی، اور اندر آیا، ابن رشیق مجھے دیکھتے ہی لپکا،
میری پیشوائی کی، اور ہاتھ مین ہاتھ دے کر مجھے اندر لیچلا، پھر مجھ سے سارا ماجرا پوچھا جو مین
نے دہرا دیا، اس پر اس نے بہت کچھ تأسف اور ہمدردی کا اظہار کیا۔ الخ

اہل اندلس ابن رشیق کے سخن اور تالیف کو خاصۃً قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے کہ

انما یعرف ذا الفضل — من الناس ذووہ

مثلاً جس طرح آئندہ آئیگا جونہی کتاب العمدہ ان کے یہان پہنچی انھون نے اس کو بہت وقعت
دی، ابوبکر ابن السراج النحوی نے اس کا ایک مختصر لکھا جس مین ابن رشیق کے کچھ اوہام بھی گنائے،
ابن الابار نے التکملہ مین قراضۃ الذہب کا حوالہ دیا ہے، کیا یہ بات کچھ کم ہے کہ اب بھی ابن رشیق
کے شعر کا ایک حصہ اسکوریال لائبریری کے اور کہین نہین ملتا۔ نیز قدر دانی کی ایک صورت یہ بھی
ہے کہ اس کے کلام کو مثال بنا کر اس پر طبع آزمائی کیجائے، سو جس طرح ملقی السبیل لامعری کے طرز پر اہل
اندلس نے کئی کتابین لکھکر (جن مین بعض اب بھی اسکوریال مین موجود ہین نیز ملقی السبیل کا اصل
نسخہ بھی وہین سے ملا ہے) کتاب کے بلند مرتبہ کو ظاہر کیا ہے اسی طرح انھون نے ابن رشیق کے
سخن کی بھی داد دی ہے،

ابن خفاجہ[1] اپنے دیوان مین لکھتا ہے کہ شقلہ مین میرا ایک روز سیر کرتے ہوئے شاطبۃ
کے باب السمارین کی طرف سے گذر ہوا، جہان نہر کا پانی بہت بلندی سے گرتا ہے،
پہنچکر دیکھا تو فقیہ ابو عمران ابن ابی تلید وہان ایک چبوترے پر جو خاص پبلک کے آرام کیلئے

[1] نفح الطیب مصر ۲ ص ۴۰۹ لیڈن ۲ ص ۱۰۲،۲۹۶ البدائع ۲ ص ۲۷۶،

بنایا گیا تھا چڑھے ہوئے بیٹھے تھے مین بھی سلام کر کے ان کے پہلو بہ پہلو بیٹھ گیا، ہم علمی اور
ادبی مذاکرہ کرتے ہوئے ابن رشیق کے ان شعرون پر پہنچے،

یا من یمر ولا تمر — به القلوب من الفرق
بعمامة من خده — او خده منها استرق
فکأنه وکأنها — قمر تعمم بالشفق
فاذا بدا واذا انثنى — واذا اشار واذا نطق
شغل الخواطر والجوا — نح والمسامع والحدق

قاضی صاحب تو یہ ابیات سنتے ہی سر دھننے لگے، وجد مین آگئے، اور انکی خوبی کی
داد دینے لگے الخ

ناچیز کہتا ہے کہ اسی طرح لف ونشر کی صنعت مین ایک ابن شرف کا بھی بیت ہے جسکو
قاضی عیاض نے بہت پسند کیا ہے وہو[1]۔

سل عنه وانطق به وانظر الیه تجد — ملء المسامع والأفواه والمقل

صاحب معاہدہ[2] دریائی سفر کی مذمت مین ابن رشیق کے دو مشہور بیت نقل کرتا ہے (جو آئندہ
آئین گے) پھر ابن حمدیس سے روایت کرتا ہے:۔

مین ابو الفضل الکاتب جعفر بن المقترح سے سبتہ مین ملا تو انھون نے ابن رشیق
کے سابق الذکر بیتون کا تذکرہ کیا اور کہا کیا تم اس مضمون کو اور مختصر الفاظ مین ادا کر سکتے
ہو؟ مین نے کہا ہان اور پھر مین نے فوراً دو بیت کہے، پھر بہت دنون بعد ان سے
ملاقات ہوئی تو انھون نے اسی معنی مین اپنے دو بیت سنائے جس کے جواب مین مین نے

[1] الف باء لابن الشیخ ۱ ص ۸۰۹ ۔ [2] ۲ ص ۲۵ ۔

بھی اور تازہ دو بیتون سے اونکی سامعہ نوازی کی (دا لکل فی النقد)

قیروان کے فضلائے عہد عام پبلک اور رؤساتک پر جواس کے سخن کا اثر تھا اس کے لیے

ایک تو الحصری کا گذشتہ واقعہ لیجیے پھر ذیل کی عبارتون پر نگاہ دوڑائیے، دباغ ترجمہ قاضی محمد بن

جعفر الکوفی مین لکھتا ہے:-

ان پر ایک مصیبت آن پڑی جس کے باعث انھین منصبِ قضا چھوڑنا، امورِ سلطنت سے

الگ، اور جلاوطن ہونا پڑا، یہ سب کچھ ابن رشیق کے ان ابیات کا نتیجہ تھا،

یاسالکا بین الاسنة والظبا[1] انی اشم علیک رائحة الدم

یالیت شعری من رقاق لبودہ حتی رقیت الی مکان الارقم

یہ بیت جن مین قاضی کی طرف تعریض تھی کہین سلطان تک پہنچ گیے، اس پر اس بیچارے

کا تمام مال ومتاع قرق کیا گیا، اور کچھ ایسے بھاگے کہ مصر جاکر دم لیا، حالانکہ منصبِ قضا

ان کے خاندان بنو الکوفی مین کوئی ستر سال سے چلا آرہا تھا[2]

اسی طرح بدائع[3] کی ایک حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معاصرین بھی اس کے

سامنے دم بخود تھے اور اس کا لوہا مانتے تھے،

(باقی)

---

[1] یعنی والظبا مغاربہ ظا اور ضاد کو ایک دوسرے کی جگہ لکھ دیتے ہین جس طرح محمد رشید رضا نے الاعتصام للشاطبی کے حواشی مین کہین ظاہر کیا ہے، [2] معالم ۳ × ۲۴۴، [3] ۱ × ۴۰۲،

فارسیِ جدید کی شاعری

از

ایم. جی. زبید احمد صاحب ایم اے، پرشین لیکچرر الہ آباد یونیورسٹی

فارسی کی سرسری تاریخ یہ بتانے کے لیے کہ فارسیِ جدید سے کس دور کی فارسی مراد ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس زبان کی مختصر سی تاریخ بیان کردین، فارسی درحقیقت فارس کی جو ایران کا ایک صوبہ ہے، زبان ہے، چونکہ اس صوبہ مین دو ایسے زبردست خاندان بادشاہی، یعنی اکے مے نین اور ساسانی پیدا ہوئے جنھون نے تمام ایران پر حکومت کی، اس لیے اس صوبہ کی زبان بھی تمام ملک پر غالب رہی، یہان یہ ظاہر کردینا بے محل نہ ہوگا کہ اکے می نین اور کیانی دونون لفظ ایک نہین ہین، محققینِ یورپ کے نزدیک کیانی دور کا وجود نہین، جمشید، کیکاؤس وغیرہ انکی تحقیق کے موافق تاریخی بادشاہون کی فہرست سے خارج ہین،

زبان فارسی کی تاریخ تین دورون مین منقسم ہوتی ہے،

(۱) **اکے می نین** دور۔ (۵۵۰ ق م سے ۳۳۰ ق م تک) اس دور کی فارسی کو فارسی قدیم کہتے ہین، یہ وہ زبان ہے جسکو دارا اور اس کے باپ دادا بولتے تھے۔ یہ ایک خاص قسم کے خط مین لکھی جاتی تھی، جو پیکان یا میخ کی شکل سے مشابہ ہونیکی وجہ سے خط مسمار (یا خطِ میخی) کے نام سے مشہور ہے، اس زبان کی عبارتین خط مذکورہ مین کوہِ بے ستون ونقشِ رستم وغیرہ پر کندہ ہین، اوستا آتش پرستون کی مذہبی کتاب کی زبان اسی دور کی زبان کی بہن خیال کیجاتی ہے، معلومات قدیمہ کے بنا پر زردشت کی پہلی کتاب کا نام ژند ہے، اور پاژند واوستا بعد کی کتابین ہین، لیکن محققینِ یورپ نے ثابت کیا ہے کہ پہلی کتاب درحقیقت اوستا ہے۔ اور ژند اسکی شرح بزبان پہلوی ہے،

(۲) **ساسانی** دور (۲۲۶ء سے ۶۵۱ء تک) اس عصر کی فارسی کو پہلوی کہتے ہین،

یہ وہ زبان ہے جسے نوشیروان کے آباو اجداد اور اس کے اولاد و احفاد بولتے تھے، یہ بھی ایک خاص قسم کے خط مین لکھی جاتی تھی جو خط پہلوی کے نام سے مشہور ہے، اس دور کے نثر کا کچھ حصہ ہم تک پہنچا ہے، جس مین سے کچھ حصہ تو اپنے اصلی خط مین محفوظ ہے اور زیادہ تر حصہ صدر اسلام مین بخط مروجہ منتقل ہوگیا۔

(۳) **اسلامی عہد** جو سنہ ۹۰۰ء سے ابتک جاری ہے، اس دور کی فارسی کو محض فارسی کہتے ہین،

اسلامی عہد کی ابتدائی فارسی اور زبان پہلوی مین ایک تو یہ فرق ہے کہ اول الذکر مین عربی الفاظ کی آمیزش ہے اور پہلوی بہت حد تک خالص ایرانی زبان ہے، دوسرے زبان پہلوی جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین، ایک خاص قسم کے خط مین لکھی جاتی تھی، جو خط مسماری اور خط مروجہ کے نامون سے مختلف تھا۔ یہ ایک طرح کا خط تصویری تھا، جسے خط پہلوی کہتے ہین اور جسکا مذہب زردشتی سے ایسا ہی تعلق تھا جیسا کہ خط نسخ کو اسلام سے، جب ایرانی مسلمان ہوئے تو جہان انھون نے اپنے مذہب قدیم کے جملہ رسوم و آئین چھوڑے، وہین اُنھون نے خط پہلوی کو بھی ترک کرکے اسکی جگہ خط عربی کو اختیار کرلیا، اس وقت سے ایران مین بھی یہی خط مروج ہے، ساسانی دور کی فارسی (یعنی پہلوی) صدر اسلام مین تو خوب اچھی طرح سمجھی جاتی تھی، اب بھی اتنی صدیون کے بعد ایک تعلیم یافتہ ایرانی اسے بہت حد تک سمجھ سکتا ہے۔ مگر دور اول کی فارسی قدیمہ عصر ثانی کی زبان سے اس قدر مختلف تھی کہ ساسانی دور کا کوئی آدمی فارسی قدیم کو نہین سمجھ سکتا تھا، اس لفظ پہلوی کا مفہوم اس لفظ پہلوی کے معنے سے جداگانہ ہے جس کی شان مین یہ شعر نازل ہوا ہے، ؎

مثنوی مولوی معنوی   ہست قرآن در زبان پہلوی

یہان زبان پہلوی سے مراد شکستہ فارسی ہے، اسی شکستہ فارسی کو دری سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، چنانچہ نظامی فرماتے ہین، ؎

نظامی کہ نظم دری کار اوست   دری نظم کردن سزاوار اوست

ان تینون دورون کے سنون پر نظر ڈالنے سے ایک ہی قسم کے تین سوال پیدا ہوتے ہین،

(۱) ۵۵۰ ق م سے پہلے ایران مین کونسی زبان بولی جاتی تھی،

(۲) سنہ ۳۳۰ سے سنہ ۲۲۶ء تک ایران کی زبان کی کیا حالت رہی

(۳) سنہ ۶۵۲ء سے سنہ ۹۰۰ء تک ایران مین کونسی زبان مروج تھی،

پہلے سوال کے جواب مین بجز اس کے کہ سنہ ۵۵۰ء ق م سے پہلے ایران مین جو زبان بولی جاتی تھی اسکا نام ایرانی قدیم ترین رکھ لو، اور کیا کہا جاسکتا ہے، اور یا ایران کی سیاسی تاریخ کے دور کے مطابق زبان کے بھی دور مقرر کرلو، اکے می نین دور سے پہلے ایرانی سیاسی تاریخ کے دور یہ ہین، (۱) اندوایرین دور (۲) ابتدائی ایرانین دور (۳) تسلط سریانی کا دور سنہ ق م (۴) میدی دور سنہ ق م۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ وہ زمانہ ہے جب سکندر کے حملہ سے ایران کی سلطنت پامال و برباد ہوگئی تھی، اور ملک مین اس کے بعد طوائف الملوکی قائم ہوگئی تھی، ظاہر ہے کہ ایسے قومی ادبار کی حالت مین زبانِ ملک کوئی خاص ہستی برقرار نہ رکھ سکی ہوگی اور غیر قومونکی حکومت کی وجہ سے غیر زبانون کا غلبہ بہت ہوگیا ہوگا،

رہا تیسرا سوال، اس کا جواب یہ ہے کہ سنہ ۶۵۲ء مین جب ساسانی دولت مسلمانون کے ہاتھون تباہ ہوگئی تو اسی کے ساتھ ان کے خط پہلوی کا چراغ بھی گل ہوگیا، جب تک ایران پر خاص عرب حاکم رہے، عربی زبان غالب رہی، لیکن جب ایرانی برسرِ حکومت آئے تو انھون نے اپنی مادری زبان کی ترقی و احیا کی طرف توجہ کی، چنانچہ تیسری چوتھی صدی ہجری مین جب ایران مین سامانی تسلط قائم ہوا تو فارسی زبان مین تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا، یہ تو ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ اسلام ہی کے ساتھ عربی خط بھی ایران مین آیا۔ جو ایرانی مسلمان ہوتا گیا وہ خط پہلوی کے زنار بھی اپنی کمر سے کھولتا گیا، سب سے پہلی کتاب جو فارسی مین لکھی گئی وہ تاریخ طبری کا ترجمہ ہے جو منصور سامانی کے حکم

اُس کے وزیر نے کیا تھا، نظم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ عہدِ اسلام مین سب سے پہلے ابو حفص حکیم سغدی نے جو پہلی صدی ہجری مین تھا، شعر کہا اور وہ یہ ہے،

آہوے کوہی در دشت چگونہ رودا ۔ او ندارد یار چگونہ رودا ،

اسلامی فارسی، یہ نہایت تعجب کی بات ہے کہ زبان فارسی گیارہ بارہ سو برس سے ایک ہی نہج پر قائم ہے، حالانکہ زبان پہلوی، فارسی قدیم سے قلیل مدت مین بہت مختلف ہو گئی تھی، فارسی مین تغیر و تبدل بہت ہی کم ہوا ہے، البتہ طرز اور اسلوب وقتاً فوقتاً بدلتا رہا ہے، مثال کے طور پر اس قسم کے تغیرات کے نمونے پیش کرتے ہین،

ابتدائی فارسی کا بہترین نمونہ ترجمۂ تاریخ طبری ہے، پھر تاریخِ وصاف، و اخلاق ناصری کا طرز ہے، اسی دور مین ایک ایسی کتاب لکھی گئی، جسکا آج تک جواب نہین ہو سکا، اور وہ گلستان ہے، پھر اس کے بعد وہ طرز مروج ہوا جسکی بہترین مثال انوار سہیلی ہے، اس طرز نے بہت ہی مقبولیت و شہرت حاصل کی، اس کے بعد ظہوری شبنم شاداب مینا بازار وغیرہ کا نمبر آتا ہے، اور دورِ حاضرہ مین وہ طرز مروج ہے جسکا ابتدائی نمونہ سفرنامۂ شاہ ایران ہے، اسی فارسی کو فارسی جدید کہتے ہین،

فارسی کے طبقات شاعری، مختلف اعتبار سے فارسی کے مختلف دور قائم ہو سکتے ہین، لیکن چونکہ ہمارا موضوع فارسی جدید کی شاعری ہے، اس لیے اس اعتبار کو پیش نظر رکھکر اسے پانچ دورون مین منقسم کرتے ہین،

دور اول۔ تخمیناً سنہ ۹۰۰ء سے سنہ ۱۱۰۰ء تک، رودکی۔ اسدی۔ عنصری و فردوسی،

دور دوم۔ " سنہ ۱۱۰۰ء سے سنہ ۱۳۵۰ء تک، خاقانی، انوری، نظامی، ظہیر فاریابی وغیرہ،

دور سوم۔ " سنہ ۱۳۵۰ء سے سنہ ۱۵۰۰ء تک، سلمان، سعدی، خواجو، حافظ،

دور چہارم۔ " سنہ ۱۵۰۰ء سے سنہ ۱۸۵۰ء تک، عرفی، ظہوری، جلال اسیر، نظیری، بیدل، حزین علی،

دور پنجم۔ " سنہ ۱۸۵۰ء سے ابتک جاری ہے، یہی فارسی جدید کی شاعری کا دور ہے،

پہلے دور مین چونکہ تمدن کی ابتدا ہے اس لیے زبان سادہ ہے اور تکلف و مبالغہ سے خالی، فطرتی تشبیہین ہین اور قریب کے استعارہ،

دوسرے دور مین، ایک طرف تو تمدن و تنعم مین ترقی ہوئی اور دوسری طرف فارسی نے عربی کے مدرسہ مین علوم معانی و بیان اور رموزِ فصاحت و بلاغت کی تعلیم حاصل کی، ان دونون باتون کا مجموعی طور پر نتیجہ یہ ہوا کہ استعارات پیچیدہ، تشبیہات دور از کار کی بھرمار ہو گئی، اور مضمون آفرینی کا رواج ہو گیا، پہلے دور کی مشہور مثنوی شاہنامہ ہے، دور ثانی کی مایۂ ناز تاریخی نظم سکندر نامہ ہے، دونون کے طرز کا مقابلہ کرلو۔ اول الذکر کی عروس بان۔ فطری حسن کے ساتھ سادہ مگر دلکش طرز مین جلوہ افروز ہے، تو سکندر نامہ، استعارات کے لباس فاخرہ اور تشبیہات کے زیورات گران بہا سے آراستہ ہے، اسی طرح قصائد مین بھی فرق پاؤگے،

تیسرے دور مین جب طبیعتین مصنوعی طرز شاعری سے جو دور ثانی مین رائج تھا اکتا گئین تو ردِ عمل ہوا، اب پھر سلاستِ زبان، لطافتِ الفاظ اور محاکاتِ جذبات کی طرف توجہ کی گئی، اور تکلفات و صناعات سے احتراز کیا گیا، سعدی و حافظ اس انقلاب کے پیدا کرنیوالے ہین،

چوتھے دور مین جب شاعرون نے دیکھا کہ میدانِ شاعری تنگ ہو گیا ہے، اور استعارات و تشبیہات کا سرمایہ پہلے ہی ختم ہو چکا ہے، تو انھون نے اپنا کمال اسی مین دیکھا کہ استعارہ کو استعارہ در استعارہ اور مجاز کو مجاز در مجاز بنا کر دادِ سخنوری دین، جلال اسیر، ظہوری و بیدل اسی میدان کے مرد ہین،

پانچوین دور مین پھر ردِ عمل ہو کر سلاستِ زبان اور سادگیِ ترکیب کا دور دورہ قائم ہوا، ہمارا اصل موضوع اسی دور کی شاعری ہے، اس لحاظ سے کہ **قاآنی** نے استعارہ در استعارہ اور مجاز در مجاز کی بدعت کو چھوڑ کر قدما کا رنگ اختیار کیا اور سلاست و روانی کو کمال تک پہنچایا، اسے اس دور کا آدم الشعرا کہہ سکتے ہین، مگر درحقیقت جو اس عہد حاضرہ کی شاعری کے خاص خط و خال ہین وہ

اس کے کلام مین بھی نمایان نہین، ہم مانتے ہین کہ اوسکی تشبیہات اکثر نیچرل ہوتی ہین، واقعہ نگاری مین بھی کامل دسترس رکھتا ہے، لیکن تاہم شعرائے قرن اولین کی طرح مرادف الفاظ کے اجتماع صنعت ترصیع اور لف ونشر کا استعمال اس کے یہان بہت ہی، اگرچہ اس طرز نے بہت مقبولیت حاصل کی، لیکن کوئی دوسرا شاعر کامیابی کے ساتھ اس کا تتبع نہ کرسکا، اس لیے یہ طرز اسی پر ختم ہوا،

وطنی وقومی شاعری

موجودہ صدی مین فارسی شاعری کے کالبد مردہ نے ازسرنو کچھ ایسی روح پائی ہے جس نے مشرقی شاعری کے مخالفین ومعترضین کی نگاہون مین بھی اسکی ہستی کی اہمیت قائم کردی ہے

اس سے پہلے زبان فارسی مین ہر قسم کی شعروشاعری تھی، اگر نہ تھی تو وطنی وقومی شاعری نہ تھی اس مین شک نہین کہ شاہنامہ ایک بڑی زبردست قومی مثنوی ہی، اس قسم کی نظم کو انگریزی مین ایپک پوئم کہتے ہین، مگر ایپک پوئم اور پیٹریاٹک پوئٹری (وطنی شاعری) مین بہت فرق ہے، اول الذکر گذشتہ بزرگان قوم کے کارنامے ہین جنکو شعر کا لباس پہنادیا گیا ہے، یعنی بالفاظ دیگر فاتح وغالب قوم کی تاریخ منظوم سمجھو لیکن وطنی شاعری سے مراد وہ شاعری ہی جو مصیبت زدہ اور پامال قوم کی پست وزبون حالت سیاسیہ واجتماعیہ کا بہترین فوٹو کھینچکر اور اس کی گذشتہ ترقی وعروج کو یاد دلاکر نوجوانان قوم کے جذبات شجاعت وشہامت کو برانگیختہ کرتی ہی،

ایسی قومی نظمون کا طبائع پر جو اثر ہوتا ہے وہ محتاج بیان نہین، ۱۷۸۹ء مین جبکہ بادشاہ فرانس نے حریت کی مخالفت کی تو فرانسیسی زبان مین ایسی دو نظمین لکھی گئین جنھون نے قوم مین شجاعت وسرفروشی کے حیرت انگیز ولولے پیدا کردئے، تا اینکہ ملک ہمیشہ کے لیے استبدادیت کے چنگل سے آزاد ہوگیا،

غرضکہ بیسوین صدی سے پہلے قومی شاعری کا وجود فارسی مین مطلقاً نہ تھا، اس کی شاعری اس وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ ملک غیر قوم کے قبضہ مین ہو یا خود اپنا بادشاہ ظالم وسفاک ہو، اور قوم کو اپنی غلامی یا اپنے بادشاہ کے ظلم وستم کا احساس ہو کر نجات کی فکر ہو، بالفاظ دیگر یون سمجھو کہ قومی شاعری کی پیدائش

کے بحیثیت مجموعی دو سبب ہین، ایک تو قوم کا پست وزبون حال مین ہونا، خواہ اجنبیون کی حکومت سے، یا خود قوم کے ظالم وسفاک بادشاہ کی حکومت ضحاکی سے، دوسرے قوم کا اپنی حالت کا احساس کرکے مخلصی کی فکر کرنا، اگر ان دونون سببون مین سے ایک سبب بھی موجود نہ ہوگا تو قومی شاعری پیدا نہین ہوسکتی،

بدقسمتی سے ایران کی تاریخ پہلے سبب کا جولانگاہ ومرکز تو اکثر بنی، مگر قرنہا قرن کی غلامی کی وجہ سے اس ملک کے باشندون کو حریت کا احساس کبھی نہین ہوا، اور اگر احساس ہوا بھی تو غلامی سے نکلنے کی فکر کبھی نہین ہوئی ہمیشہ یہ لوگ یہی خیال کرتے رہے، کہ یہ مصیبت ہمارے اعمال سیئہ کی پاداش ہی، خدا اگر خود چاہیگا تو اس عذاب سے نجات بخشیگا، یہ جذبات تصوف کے نقطۂ خیال سے نہایت لطیف وشریف ہین، مگر فلسفۂ قدرت وقانون الٰہی کے کس قدر مخالف ہین، ایسے مواقع جہان قومی نظمون کی توقع کیجاسکتی ہے، ایران کی تاریخ مین بہت کم ہین، اسلامی عہد مین تو ہمین اسکی مثال کہین ملتی نہین، البتہ ضحاک ودرفش کاویانی کا قصہ مشہور ہے، محققین مغرب اسکی صحت کے بابت خواہ کچھ بھی لکھین، مگر ہمارا خیال ہے کہ اگر اس زمانہ کا کلام ہم تک پہنچتا تو ضرور ہم وہ قومی سرود بھی پاتے جو اس وقت نوجوانان قوم وسرفروشان ملت کی تحریص وترغیب کے لیے وہ آہنگر کی جماعت کے طرف سے گایا گیا ہوگا،

یہان سیاق کلام ہمین ایک مختلف فیہ مبحث مین لا ڈالتا ہے، وہ یہ کہ آیا اسلام سے پہلے فارسی مین شاعری تھی یا نہین، شمس العلما، **آزاد** کا خیال ہی کہ یہ ناممکن ہے کہ ایران جیسا شایستہ ومتمدن ملک شاعری کی نعمت سے محروم ہو، پروفیسر براؤن کی بھی یہی رائے ہے، مولٰنا **شبلی** علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ یورپ کے محققین نے پہلوی زبان کی بہت سی کتابین ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالین، لیکن چار شعر بھی ہاتھ نہ آئے، ہم مستشرقین یورپ کے کمال شرق شناسی سے مرعوب ہوئے بغیر اور مولٰنا مرحوم کی علامیت کا احترام کرتے ہوئے، نہایت مؤدبانہ انکی رائے سے مخالفت کرنے کی جرأت کرتے ہین، ہم نے مانا کہ چار شعر بھی اس وقت نہین ملتے، لیکن کیا اس سے درحقیقت یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے فارسی مین شاعری

نہ تھی، کیا یہ ممکن ہے کہ گرد و نواح کے ملکون مین شاعری کمال کو پہنچی ہوئی ہو اور ایران اس لذتِ روحانی سے محروم رہا ہو،

ہم پھر اپنے اصل مدعا کی طرف رجوع کرتے ہین، ہم قومی شاعری کا ذکر کر رہے تھے، ماحصل یہ ہے کہ قومی شاعری اپنے اصلی معنون مین، بیسوین صدی سے پہلے فارسی مین موجود نہ تھی، اسکا نشو و نما کب ہوا اور کیونکر؟ یہ بتانے کے لیے ایران کی جد و جہد حریت کے حالات تاریخی مختصر طور پر بیان کرنا ضروری ہین،

ایران کی جد وجہد حریت

ایران ۱۹۰۶ء تک حکومت مستبدہ و شخصیہ کا ہدفِ تخت و تاراج بنا رہا، بیچینی کے ابتدائی جراثیم ۱۸۴۸ء مین محمد علی پادشاہ کے مرنے کے بعد بعہد ناصر الدین بابی تحریک کی شکل مین نمایان ہوئے، اتفاق سے اس زمانہ مین مرزا تقی خان، امیر الکبیر نامی ایک بہت بڑا قابل مدبر زیرک و فرزانہ وزیر تھا، اس نے نہایت قابلیت کے ساتھ اس تحریک کا مقابلہ کیا، اگرچہ خود حکومت مستبدہ کا رکن رکین تھا مگر دور اندیشی و قوم خواہی سے اس نے اس طرح حکمرانی کی کہ قوم کو خواب خرگوش سے بیدار ہونے مین بڑی مدد ملی

اس ملک کے مہاتما تلک ہونیکا فخر سید **جمال الدین** افغانی کو حاصل ہے، یہ ۱۸۳۸ء مین پیدا ہوا تھا ۱۸۹۶ء تک ایران اس کی جد و جہد کا جولانگاہ بنا رہا، آخرکار اوسے بھی اس پر خطر راستہ کے چلنے والون کی طرح جلاوطن ہونا پڑا، ۱۸۹۷ء مین اسکا انتقال ہوا، یہ قوم مین جو روح پھونک گیا تھا وہ اس کے مرنے کے بعد بھی نہین مری، اس کے بعد دوسرا نمبر قوم پرستون کی فہرست مین شہزادہ **ملکم خان** ناظم الدولہ کا ہے جو ۱۸۳۳ء مین پیدا ہوا تھا، ابتدا ًسلطنت کے بڑے بڑے عہدون پر ممتاز رہا، آخرکار منصب سفارت سے معزول ہو کر ۱۸۹۰ء مین لندن پہنچا اور وہان ایک ہفتہ وار اخبار جاری کیا جسکا نام قانون تھا، اس کو خداوند تعالیٰ نے تحریر و نگارش کا ایک ایسا مذاقِ سلیم بخشا تھا کہ اس کا اخبار، سلاستِ الفاظ، روانیِ بیان جدتِ طرز، متانتِ مطالب کے لحاظ سے ایران کے تمام اخبارون سے بازی لے گیا، اگر ایک طرف اس شہزادہ کے ایثار نے قوم پرستی کے جذبات قوم مین پیدا کر دیے تو دوسری طرف اس کے زورِ قلم نے فارسی کے مردہ جسم مین روح تازہ ڈالدی، درحقیقت اخبار قانون نے فارسی زبان کی بہت بڑی خدمت کی، الفاظ و مصطلحات جدیدہ کے لیے، فارسی حال بہت حد تک اسی جریدہ مبارکہ کی ممنونِ منت ہے،

غرض کہ ان دو قومی لیڈرون کے بدولت ملک مین جو بیداری پیدا ہو گئی تھی اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اگست ۱۹۰۶ء مین مظفر الدین بادشاہِ ایران کو حکومت مشروطہ منظور کرنی پڑی، چار پانچ ماہ کے بعد جب یہ بادشاہ مرگیا تو اسکا بیٹا محمد علی تخت نشین ہوا، اس نے جون ۱۹۰۸ء مین موقع پاکر حکومت مشروطہ منسوخ کردی، ایرانی اس درمیانی زمانہ کو عہدِ مشروطۂ اول کہتے ہین، اس کے بعد قومی جد و جہد اور سیاسی بیچینی و اضطراب نہایت شد و مد کے ساتھ جاری رہا تا اینکہ اگست ۱۹۰۹ء مین محمد علی کو شکست ہوئی، وہ معزول کیا گیا اور شہزادہ احمد شاہ تخت نشین ہوا، یہ دورِ مستبدہ، استبدادِ صغیر کے نام سے مشہور ہے، عہد مشروطہ سے پہلے زمانہ کو استبدادِ کبیر کہتے ہین،

ایرانی حکومت مشروطہ کے قائم ہونے مین روسیون نے جس قدر خلل اندازیان کی ہین وہ اظہر من الشمس ہین، ۱۹۱۱ء مین اونکے تجبر و تحکم نے شیرازۂ مشروطہ کو درہم برہم کردیا، اس وقت سے اتبک جو ایرانیون کی حالت ہے وہ قارئینِ کرام پر روشن ہے،

ایران کی موجودہ بیداری کے متعلق جو کچھ ہم اوپر کہہ آئے ہین اس سے ظاہر ہے کہ ایران کی بیداری کا عہد اور فارسی جدید کی شاعری کا زمانہ دونون قریب قریب ایک ہین، انقلاب سیاسی اور انقلاب ادبی بہت حد تک ایک دوسرے کے لازم ملزوم ہوتے ہین، اس عام قومی بیداری و تیقظ ملی کی حالت مین یہ ناممکن ہے کہ ایران جیسے ملک مین جو قدرتی طور پر شاعری کے لیے نہایت موزون ہی، شعرائے حال کی تعداد کم ہو، مگر افسوس ہے، کہ اگرچہ ایران ہمارے ملک سے قریب ہے اگر ہمین اسکی ادبی جد و جہد سے براہ راست کماینبغی آگاہی حاصل نہین ہے، ایران مین بے شمار جرائد و رسائل شائع ہوتے ہین، مگر ہندوستان مین صرف ایک آدھ آتا ہو تو آتا ہو، تعجب ہے کہ علیگڈہ جیسے دار العلوم مین جب السنہ قیمتی

کی تعلیم و اشاعت کے لحاظ سے اپنی ہمسایہ یونیورسٹیون پر فوقیت حاصل ہے، صرف ایک ماہواری رسالہ آتا ہے، وہ بھی ایران سے نہین، بلکہ جرمنی سے، افغانی اخبار البتہ یہان کئی آتے ہین مگر اصحاب ذوقِ سلیم جانتے ہین کہ ایرانی و افغانی فارسی مین بہت بڑا فرق ہے، کلکتہ سے حبل المتین نہایت متانت اور آب و تاب کے ساتھ شائع ہوا کرتا تھا، لیکن افسوس ہے کہ اُسے جنگِ یورپ کا کشتۂ ناز ہونا پڑا،

شعرائے حال۔ اب ہم اس عہد حاضر کے چند مشہور شعراء کا، جنکے کلام سے ہم مستفیض ہو چکے ہین ذکر کرتے ہین:

(۱) **ملک الشعراء بہار**، یہ تقریباً سنہ ۱۸۸۳ء مین پیدا ہوا، مشہد مقدس کا رہنے والا ہے، وہان اس نے ایک اخبار بہار نام جاری کیا، اسکی ایک معرکۃ الآرا، چالیس شعرون کی نظم بہت مشہور ہے جس مین ایڈورڈ گرے (سابقہ وزیر خارجہ برطانیہ) سے خطاب کرتا ہے، یہ نظم حبل المتین کلکتہ مین، دس گیارہ برس ہوئے شائع ہوئی تھی، شروع کے اشعار یہ ہین۔

سوئے لندن گذر اے پاک نسیم سحری	سخنے از من بر گو بہ سر ادورد گری
کاے خردمند وزیرے کہ بہ پردۂ جہان	چون تو دستور خردمند و وزیر ہنری
نقشۂ پطر بہ فکر تو نقشے بر آب	رائے بزمارک بر رائے تو رائے سپری

شاعر اس نظم مین **گری** کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ ایسا مدبر پر مغز ہو کر تو نے یہ کیا کیا کہ روسیونکو ایران مین مداخلت کرنے دی، ان کا اصل مقصود ہندوستان ہی جس سے ایران روک رہا تھا، اب ہندوستان کی خیر منا،

اس کی ایک نظم کے یہ اشعار ہین،

ے وہ کہ طے شد	دوران جانکاہ	آسودہ شد ملک	الملک للہ،
شد شاہ نورا	اقبال ہمراہ	کوس شہے کوفت	بر رغم بدخواہ،

معذرت:۔ علی گڈھ مین نہ آتا ہو تو نہ آتا ہو، مگر دو اخبارات و رسائل کے دفترون مین تو آتے ہین،

شد صبح طالع	طے شد شبانگاہ	الحمد للہ	الحمد للہ
یک چند ما را	غم رہنمون شد	جان یار غم گشت	دل غرقِ خون شد
نام وطن را	رُخ نیلگون شد	وا مروزہ دشمن	خوار و زبون شد
زین جنبش سخت	زین فتح ناگاہ	الحمد للہ	الحمد للہ

(۲) **عارف قزوینی**، یہ ایک درویش صفت شاعر ہے، اس کے کلام کا اکثر حصہ شایع ہو گیا ہے، اسکی غزلیات مشہور ہین، چند اشعار ایک نظم کے جو اس نے مسٹر شوسٹر کے روسیون کے مطالبہ پر علیحدہ کیے جانے کے موقع پر کہی تھی، ہم یہان لکھتے ہین،

ننگ آن خانہ کہ مہمان ز سر خوان برود	جان نثارش کن و مگذار کہ مہمان برود
گر رود شستر از ایران رود ایران برباد	اے جوانان مگذارید کہ ایران برود
مشت دزدے شدہ امروز درین ملک وزیر	تو درین مملکت امروز خبیری و بصیر
دست بر دامنت آویختہ یک مشت فقیر	تو اگر رفتی ازین ملکت عنوان برود
تو مرو گر برود جان و سر و ہستی ما	کور شد دیدۂ بدخواہ ز ہمدستی ما
در فراقت بخمارے بکشد مستی ما	نالۂ عارف ازین در دبکیوان برود

(۳) **پور داؤد**، یہ سنہ ۱۸۸۴ء مین پیدا ہوا تھا، مغربی زبانین بھی جانتا ہے، طبیعت نہایت تیز اور جوشیلی ہے، اس کے کلام مین قرن اولین کے فارسی الفاظ بکثرت پائے جاتے ہین، کلام کا انداز یہ ہے

از آہ نخشکانم آب ہمہ دریا را	واز اشک کنم دریا روئے ہمہ صحرا را
در خیل ہمہ یاران ہمراز نمی جویم	در بند نمی خواہم صد قصر معلّا را
از ناحیۂ ایران ہر لحظہ بگوش آید	صوتے کہ بلرزاند این گنبد مینا را
گوید بتو اے فرزند اندیش بحالِ خویش	دریاب ز جہد امروز آسایشِ فردا را

دیباتوانی بافت زین پشم کہ می تابی — زین خار نخواہی چید ہرگز گل حمرا را

زنجیر زمن برگیر آنگاہ بجنگ آدر — زنجیر سرِ زلفِ محبوبِ دلآرا را

من در تپ و تاب و غم تو شاد و خوش خرم — ننگ است چنین غفلت مانند تو برنا را

از خون جوانانم شد دشت ہمہ گلگون — باز آو دمے بنگر گلگشت و تماشا را

شد از ستم دونان ملکِ جم دکے ویران — پیغولہ چغدان ہین ایران فلک سا را

شد شیر کیان پنہان جولانِ شگال آمد — خواری زعقب آمد کر و فر دارا را

شاہنشہ انوشروان در گور سیہ خسپید — خرس است ابر جایش ہین بازئی نیارا

گر بور رو و درونے از مہر وطن بردار — صد شکر سپاس آور مرایز دیکتا را

جعفر، اسے ابتدا ہی سے فرانسیسی زبان سیکھنے کا شوق تھا، باپ نے غیر زبان سیکھنے اور شعر کہنے سے ہر چند روکا مگر خداداد قابلیت کسی کے روکے سے رک نہین سکتی، اسکی ایک نظم کے چند اشعار یہان درج کرتے ہیں،

عجب خوابے پریشان امشب منحوس می بنیم — فضائے پر خطر پیش نظر محسوس می بنیم

شہ درباریان در خواب غفلت ننگ دیگر گو — وطن پامالِ قہر انگلیس و روس می بنیم

دو گرگ آدمی خوار از پئے اعدام یک گلہ — شدہ ہم عہد و ہم پیمان و ہم مانوس می بنیم

مرضہائے کہ بر جسم وطن گردید مستولی — بجز از چارہ اش بقراط و جالینوس می بنیم

بدین بدبختئ ما در لغت تعبیر واقی نیست — چنین لفظے نہ در برہان نہ در قاموس می بنیم

زکف بیرون ما شد ثروت و ماندیم در دولت — ز فقر و فاقہ ملت را بر ملبوس می بنیم

(۵) **سید اشرف الدین رشتی**، یہ ۱۲۸۷ھ میں پیدا ہوا، اسنے مشروطہ ثانیہ کے عہد میں بمقام رشت نسیمِ شمال ایک پرچہ نکالا تھا، لیکن ۱۹۱۱ء کے واقعۂ فاجعہ کے بعد، اسے بھی دیگر قوم پرستون کی طرح جلا وطن ہونا پڑا، پریس وغیرہ سب روسیون نے ضبط کر لیا، اس کے کلام کا کچھ حصہ ایک کتاب کی شکل میں جسکا نام بھی نسیمِ شمال ہے گذشتہ سال بمبئی سے شایع ہوا ہے،

یہ امر نہایت افسوس ناک ہے، کہ ہندوستان جیسے وسیع ملک میں صرف دو تین کتب فروش ایسے ہین، جن سے ایران کے مطبوعات دستیاب ہو سکتے ہین، مگر یہ تمام مطبوعات قریب قریب کتب متداولہ قدیمہ ہین، نہ کہ عہد حاضر کی تصانیف، برخلاف اس کے عربی کی جدید مصنفات ہندوستان میں بکثرت پہنچ سکتی ہین، کتابین وغیرہ نہ ملنے کے وجہ سے ہندوستانی۔ فارسی جدید کی طرف جیسا کہ چاہئے، توجہ نہین کر سکے، مگر یہ بھی ممکن ہے کہ ہندوستانیون کی بے اعتنائی کی وجہ سے مطبوعات جدیدہ کا یہان بازار سرد ہے، یہ دونون امر ایک حد تک ایک دوسرے کے علت و معلول ہین۔

(باقی)

"تذکرۂ مخزن الغرائب"

از

جناب نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خان شروانی صدر الصدور دولت آصفیہ

ملا احمد علی ہاشمی سندیلہ کے باشندے گزشتہ ہجری صدی کی ابتدا کے فارسی اہل قلم مین سے ہین۔ میرزا قتیل کے شاگرد تھے، خادم تخلص تھا، انھون نے فارسی کے شعرار کا ایک ضخیم اور جحیم تذکرہ لکھا ہے، تین ہزار سے زائد شعرا کا کلام اور حال ہے۔ ۱۲۱۸ھ ہجری مین ختم ہوا، "ختم صحف" تاریخ اختتام ہے، حال مین ایک عزیز کے ہاتھ آیا ہے، خریداری لطیفہ ہے، گفت و شنود کے بعد فی شاعر ایک پیسہ قیمت ٹھہری، اس شرح سے کتاب تو ایکسپنسیس (مہنگی) کی ہو گئی مگر شاعر بیچارے پیسہ اخبار کے اسٹاف مین بھرتی ہو گئے، آدم بر سر مطلب، تذکرہ مین ذکر اور انتخاب تو معمولی ہے، معاصرین کے حالات البتہ دقیع ہین، اس عہد کے علم و فن کا ذکر ہو، اور دہلی مرحوم کی یاد تازہ نہ ہو ممکن نہین، ملا احمد علی نواب ذو الفقار الدولہ نجف خان کی سرکار مین ملازم تھے، وہان اہل کمال کا مجمع تھا، انکو بھی استفادہ کا موقع ملا، اسی فیض صحبت کا نتیجہ یہ تذکرہ ہے، سرسری مطالعہ مین "انشاء اللہ خان" ۔ انشا، کا حال نظر سے گذرا، حالات گرانقدر محسوس ہوئے "آب حیات" سے مقابلہ کیا، بعض واقعات کے لحاظ سے ظلمات اور نور کا فرق معلوم ہوا، ہدیۂ اہل نظر ہین:-

انشا۔ مخبر الدولہ حکیم ماشاء اللہ جعفری کے بیٹے تھے، نجفی الاصل، ان کے والد نجف اشرف نجفی ہندوستان مین پیدا ہوئے، درویش منش تھے، ماشاء اللہ خان نے دنیا کا جاہ و جلال پیدا کیا۔ طب مین کمال حاصل کر کے بنگالہ مین معرکے کے علاج کئے، لڑائی کے معرکون مین بھی نام پایا، سارا جسم جراحت گاہ تھا، مرشد آباد کی سرکار مین معزز تھے، اس دربار کو تنزل ہوا تو قاسم علی خان کے عہد مین نواب شجاع الدولہ کے دربار مین آئے، اور نیس ہاتھی ساتھ تھے، اگرچہ بے سرو سامان تھے، "یہ ہماری بے سرو سامانی تھی،

آج سرو اور سرو سامان کا سودا سودا اور دن کا ہے زیان ہمارا، آہ "لسان العصر" تیری قبر رحمت سے مالا مال ہو، کیا کہہ گیا ہے ؎

محفل انکی، ساقی اونکا   آنکھین میری باقی اونکا

خیر۔ قدر دانی نہ ہوئی، ناقدری نے گوشہ نشین کر دیا، پٹھانون کے حال پر کرم فرمایا، فرخ آباد مین سکونت اختیار کی، مظفر جنگ خدمت کرتے رہے، وہین رحلت کی اور دفن ہوئے، نہایت فیاض اور سیر چشم تھے، اسی کے ساتھ بہت سادہ روش، زمین پر سوتے تھے، شب بیدار تھے، تذکرہ کی تالیف سے چند سال پیشتر انتقال کیا، سیاق کلام سے واضح ہوتا ہے کہ چند روز دہلی مین بھی محمد بیگ خان ہمدانی کی سرکار مین رہے تھے اور عزت سے رہے تھے، دربار شاہی سے تعلق ثابت نہین ہوتا۔

انشاء اللہ خان نے لڑکپن مین صرف و نحو، منطق اور حکمت کی کتابین صدرا تک پڑھین، سولہ برس کے سن مین نواب شجاع الدولہ کے دربار مین پہنچکر ندیمون مین شامل ہوئے، اسی سن مین بے مدد استاد ہندی کا دیوان ردیف وار مرتب کر چکے تھے، عربی فارسی اشعار بھی بقدر چند اوراق کے لکھ لیے تھے، صورت جمیل تھی، تقریر دلپذیر، سارے دربار مین کوئی حسن کلام مین اونکا حریف نہ تھا، شجاع الدولہ کی عنایتون نے محسود دربار بنا دیا تھا، چند روز کے بعد نواب نے وفات پائی، نواب آصف الدولہ کے دربار مین اراذل کا دور دورہ ہوا تو یہ کنارہ کش ہو گیے، چندے نواب نجف خان کی سرکار مین رہے، کچھ دن بندیل کھنڈ مین، باپ کے ساتھ کچھ زمانہ دلی محمد خان ہمدانی کی سرکار مین بسر کیا اور عزت سے بسر کیا، لڑائی کے معرکون مین توپ بندوق اور تیر و تبر سے بیجگری سے سینہ سپر ہوتے رہے، زندگی تھی بچ بچ گئے، بے تنگر مین کسی بات پر بگڑ کر محمد بیگ ہمدانی کے بھائی میرزا اسمٰعیل بیگ پر کٹار نکال لی، اور جو زبان سے نکلا کہا، مرنے سے بال بال بچے، بالآخر لکھنؤ پھر آئے، عرصہ تک مرزا سلیمان شکوہ بہادر کی سرکار مین توسل رہا، نازک مزاجی نے وہان بھی نباہ نہ ہونے دیا، وہان

سے علحدہ ہوکر الماس علی خان کی رفاقت مین رہے، بعد چندے یمین الدولہ "مرزا سعادت علی خان بہادر مبارز جنگ" نے اپنے مصاحبون مین شامل کر لیا، تذکرہ کی تحریر کے وقت اسی دربار مین تھے اور دونون وقت خاصے مین شریک ہوتے تھے، مؤلف تذکرہ کو انشا کی خدمت مین نیاز تھا، اور آغاز ملاقات سے شفقت فرمائی کا سلسلہ قائم، عالم آشنا پرستی مین انشا بے نظیر تھے، شعر ہندی مین طرز جدید کے موجد، انکی صحبت مین آدمی سارے غم بھول جاتا تھا، باوجود اس شجاعت اور جوانمردی کے جس کا امتحان میدانِ رزم مین بارہا ہو چکا تھا، بزم مین اپنے آپ کو ایک بچے سے بھی زیادہ کم ہمت خیال کرتے تھے، "کبھی مذاق سوجھتا ہے تو ناچیز سے آدمی سے دلگی شروع کر دیتے ہین، وہ چپ رہا تو خیر ورنہ وہ گالیان دیتا ہے یہ ہنستے ہین، کم مرتبہ آدمیون سے یہ برتاؤ تھا، اسی کے ساتھ ہفت ہزاری کی مجال نہ تھی کہ خلاف مزاج کوئی بات زبان سے نکالے، ایک بار سالار جنگ کے بیٹے میرزا قاسم علی خان کو سر دربار جنابعالی کے روبرو ایک شعر پر رسوا کر ڈالا، چار زبانون مین شعر کہتے تھے، ہندی، فارسی، عربی، ترکی، عربی عبارت بے نقط بنائے ہوئے مضامین پر چار چار ورق لکھتے چلے جاتے تھے، چند سور تونکی تفسیر بھی بے نقط لکھی تھی، شعرائے معاصرین مین کبھی کسی سے نگاہ نیچی نہین کی، صرف میرزا قتیل کو مانا، اون سے الفاظ کی تحقیق کرتے تھے اور اپنے اشعار کے حسن و قبح دریافت، احباب مین اون کو ممتاز مانتے اور جانتے تھے، تحریر تذکرہ سے چند سال پہلے مصحفی ریختہ گو کو رسوا کر کے دو بازار کیا، گدھے پر سوار کرا کر نکلوا دیا تھا، اور کوئی ذلت باقی نہ رہی تھی، خلاصہ عجیب آدمی ہین خدا سلامت رکھے۔

فارسی کلام کا نمونہ رُباعی:

گیرم کہ مدام دیدہ ات پر آب است | وز سوز درون جان و دلت بیتاب است
انشاء اللہ کام دل سے یابی | خوش باش خدا مسبب الاسباب است

انشاء اللہ کا تخلص انشا اللہ،

تذکرۂ آبحیات پر بیان بالا سے حسب ذیل اضافہ ہو سکتا ہے:۔

انشار کے دادا کا ذکر، انشار کا سولہ برس کی عمر مین صاحب دیوان اور عربی فارسی شعر پر قادر ہونا، تعلیم کا اندازہ، ان کا مرد میدان اور نبرد آزما ہونا، زندگی کی بعض اور جزئیات، امور ذیل مین اختلاف ہے، ان کے کشمیری الاصل ہونے کا ذکر نہین، دربار شاہی سے ان کا یا ان کے والد کا تعلق ہونا نہین پایا جاتا، لکھنؤ شجاع الدولہ کے عہد مین گئے نہ کہ آصف الدولہ کے عہد مین، بلکہ آصف الدولہ کے دربار سے ناقدری کے ہاتھون کنارہ کشی کی،

چونکہ مخزن الغرائب کے مؤلف انشار کے دوست قدیم اور ہمدم تھے اس لیے اونکی تحقیقات پر وثوق بیجا نہ ہوگا،

معارف: تذکرۂ مخزن الغرائب کا ایک خاصہ نسخہ دار المصنفین کے کتبخانہ مین بھی موجود ہے، یہ نسخہ قلمی تختی کے ۱۰۱۸ صفحات پر مشتمل ہے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ لکھنؤ کے کسی خاندان سے یہان منتقل ہو کر آیا ہے، مولٰنا شبلی مرحوم کی خریدکردہ ہے، تذکرہ کی تصنیف کی تاریخ ۱۲۱۸ھ ہے، اور یہ نسخہ ۱۲۲۰ھ کا لکھا ہوا ہے، گویا یہ خود مصنف کی زندگی کا ہے، اس مین حروف تہجی کی ترتیب سے عجم و ہند کے ہر پایہ کے شعرار کے سوانح اور انتخابات اشعار ہین، گویا یہ فارسی گو شعرار کے نامونکی انسایکلوپیڈیا ہے، اور ہندوستان کی تالیف کردہ "مجمع الفصحا" ہے، تذکرہ کی زبان عام دستور کے مطابق فارسی ہے، قدیم شعرائے کے سوانح مین ہر قسم کی رطب و یابس باتین مذکور ہین،

"ضلع عادل آباد کے چند دلچسپ مقامات"

نوشتہ:

مولوی حنیفا احمد صاحب بی۔ اے، ایل ایل، بی منصف و مجسٹریٹ تعلقہ کلواکرتی ضلع محبوب نگر (نظام)

تعلقہ **کنوٹ** ضلع عادل آباد (ملک سرکار نظام) مین چند مقامات تاریخی و مذہبی حیثیت سے قابل ذکر ہین انھین مقامات کے دیکھنے کی غرض سے ہم پانچ چھ اشخاص ایک روز روانہ ہوے، ستمبر کا مہینہ تھا اور گھٹا چھائی ہوئی تھی، ہلکی ہلکی پھوارین پڑرہی تھین کہ ہم لوگ گھوڑون پر سوار ہوئے، ہم کو پندرہ کوس کی منزل طے کرنی تھی ابھی ہم پانچ چھ میل گئے ہونگے کہ ایک چھوٹی سی پہاڑی طے کرنی پڑی، چڑھائی کا راستہ اور پھر تنگ اس پر طرہ یہ کہ دونون طرف پندرہ بیس ہاتھ کا نشیب، اتفاق ایسا ہوا کہ اس مقام پر ایک گھوڑا دوسرے گھوڑے سے مل گیا، اور دونون ایک دوسرے پر تنک چلانے لگے، سوارون کے حواس گم تھے، مگر خیریت ہوئی کہ ایک صاحب نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھالیا اور اپنی اور اپنے ساتھی کی جان خطرہ سے بچائی، اس واقعہ کو مین نے ایک خاص مصلحت سے بیان کیا کہ ہمارے ساتھیون مین ایک صاحب ہندو مذہب کے بھی تھے اور انھون نے کہا کہ مین اس مقام کو جہان گھوڑے لڑے ہین، پرستش کی جگہ بنادیتا ہون اور آپ دیکھین گے کہ دو مہینہ کے بعد ہر گذرنے والا یہان پر سیندور لگا اور ناریل توڑ کر تب آگے بڑھیگا، چنانچہ اس کے بعد انھون نے اس مقام پر ایک پتھر کھڑا کرکے اس پر تھوڑا سا سیندور لگا دیا، اور کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد ہر گذرنے والا اس کو ایک متبرک مقام خیال کرکے ناریل توڑتا اور سیندور لگاتا ہے، اس حصۂ ملک کی ضعیف الاعتقادی کی یہ ایک معمولی مثال ہے،

اس چڑھائی کو طے کرنے پر ایک مسطح میدان ہمین نظر آیا، بارش کا موسم، ہرا ہرا سبزہ اور ابر آلود فضا مین ٹھنڈی ہوا اور پھر گھوڑونکی سواری کچھ عجیب پر لطف منظر تھا، ہم نے دو ثلث راستہ طے کیا تھا کہ دوپہر ہوگئی اور مینہ کے بڑے بڑے قطرے گرنے لگے، ہم نے گھوڑونکی باگ اٹھائی، اور بھیگتے بھاگتے مارتے پیٹتے دو بجے منزل پر پہنچے،

بابا فرید شکر گنج کا چلہ یہ مقام عجیب پر فضا ہے، چارون طرف گھنی جھاڑیان اور دو تین فرلانگ پر ایک ویران سا موضع بھی ہے، ان جھاڑیون کے بیچ سے ایک زبردست نالہ بہتا ہے، نالہ کے سرے پر ایک پہاڑی مثل دیوار کے سیدھی کھڑی ہے، اس کے اوپر سے پانی اگر نالہ مین گرتا ہے، اور اسی دیوار مین ایک تہ خانہ ترشا ہوا ہے، جو بابا فرید شکر گنج کا چلہ کہا جاتا ہے، اب بھی اس مقام پر سناٹا ہے، اور اس کے اطراف مین درندونکا مسکن ہے، شیخ علیہ الرحمہ نے جس وقت اس مقام پر چلہ کیا ہوگا اس وقت اس مقام سے انسان کا گذرنا بھی دشوار رہا ہوگا، اس چلہ پر ہمنے دیکھا کہ مختلف مذاہب کے لوگ عقیدۃً شکر لاکر چڑھاتے ہین، حتٰی کہ اس جوار کے بعض ہندو انھی بزرگ کی پرستش کرتے ہین، اور انھی کے نام کی قسم بھی کھاتے ہین، غرض اس متبرک مقام کو ایک دو گھنٹہ تک دیکھنے اور فاتحہ وغیرہ پڑھنے کے بعد ہم دوسرے مقام کو روانہ ہوئے،

سیکر یہ مقام ایک پہاڑی کی چوٹی پر واقع اور ایک ہندو مہنت کا مسکن ہے، چلہ سے یہ مقام دو میل کے فاصلہ پر اور تقریباً دو ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے، یہان ہم غروب آفتاب کے وقت پہنچے، اس مقام پر صرف مہنت مہاراج اور ان کے شاگرد لوگ سکونت پذیر ہین، اب یہان پر اچھی خاصی آبادی انھین لوگون سے ہوگئی ہے، اور پختہ مکانات اور مندر بھی بن گیے ہین، لیکن ابتداءً یہ مقام بھی ایک تارک الدنیا سادھو کی کوٹی سے زیادہ آباد نہ رہا ہوگا، اطراف کی پہاڑیون سے یہ پہاڑی جسکو سیکر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، زیادہ بلند ہے، اوپر گو آبادی ہوگئی ہے مگر پینے کے لیے پانی نیچے سے پکھالون مین بھینسون کے ذریعہ سے لایا جاتا ہے، اس مقام کی فرحت و فضا کا کیا کہنا ہے، اطراف کا نشیبی حصہ ہرے ہرے درختون سے بھرا پڑا ہے، اور ایک میل کے فاصلہ پر اس سبزہ کے بیچ سے دریائے وردھا (جسکو مین گنگا کہتے ہین) کی سفید لہرین سبز قبا پر رو پہلے حاشیہ کا کام دیتی ہین یہ مقام مہنت مہاراج کی جاگیر ہے، اور اس کے علاوہ بھی پانچ سات مواضع سرکار عالی کے اور آٹھ

دس مواضع علاقۂ انگریزی کے ان مہنت مہاراج کی جاگیر مین شامل ہین، کہا جاتا ہے کہ یہ جاگیرین مغل بادشاہ اورنگ زیب **عالمگیر** نے عطا کی تھین[1]، اور روایت یہ ہے کہ اورنگ زیب فتوحات دکن کے وقت اس مقام پر پہنچا اور اس مندر کے اندر جانا چاہا تو پتھر کی ایک گائے نے جو دروازہ پر بنی ہوئی تھی اس سے کہا کہ "یہان سے آگے قدم بڑھانے کے تم مجاز نہین ہو" اس واقعہ سے متاثر ہوکر اورنگ زیب نے متعدد موضع کی جاگیر دوامًا اس مندر کے انتظام کے لیے عطا کردی، ہین نے اصل سند دیکھنا چاہا مگر معلوم ہوا کہ مہنت مہاراج کسی کو سند دیکھنے کے لیے نہین دیتے، ممکن تھا کہ اس کے دیکھنے سے صحیح حالات کا کچھ پتہ چلتا، یہ گائے پتھر کی اب بھی موجود ہے[2]

مہنت مہاراج تارک الدنیا ہین، سال مین صرف ایکبار تہ اس پہاڑی سے اتر سکتے ہین، یہ موقع دسہرہ کا ہوتا ہے جب یہان پر ایک بہت بڑا جاترا ہوتا ہے، جس مین ہزارہا آدمی علاقۂ انگریزی وسرکار عالی کے آکر مہنت مہاراج کا درشن کرتے ہین، اور اپنی اپنی اوقات کے موافق نذرین پیش کرتے ہین، اس زمانہ مین یہ مقام نہایت غلیظ ہوجاتا ہے، جتنے لوگ آتے ہین، وہ اوپر ہی رہتے ہین، اور تمام پہاڑی پر جو تین چار سو مربع گز سے رقبہ مین زاید نہین ہے، نجاست وغلاظت کرتے ہین،

سیکر، بروتا تری مہاراج کا پادکا (پیر کا نشان) ہو اور اسی کی یہان پرستش ہوتی ہے،

چونکہ مہنت تارک الدنیا ہوتے ہین، اس لیے ان کا وارث ان کے چیلون مین سے کوئی ہوا کرتا ہے، جب کسی مہنت کی وفات ہوتی ہو تو سب چیلے جمع ہوکر چٹھی ڈالکر اپنا اپنا مہنت نامزد کرتے ہین اور جس کے نام زیادہ چٹھیان نکلتی ہین وہ گدی پر بٹھادیا جاتا ہے، یہان کی مہمان نوازی اور غربا پروری قابل تحسین ہے جو کوئی یہان پر مقام کرتا ہے اس کو سیدھا وغیرہ مہنت مہاراج کے پاس سے دیا جاتا ہے، اور کسی چیز کی خرید وفروخت یہان ممنوع ہے، چنانچہ ہزارہا زائرین کو جب وہ سیکر پر مقام کرتے ہین تو مہاراج کے پاس سے سیدھا دیا جاتا ہے، اور سب چیلون کے ضروریات بھی مہاراج ہی کے بھنڈار سے پورے کیے جاتے ہین،

[1] معارف:۔ کیا سوامی شردھانند اسکو یقین کرینگے، [2] ہ زر اب بھی موجود ہے؟ کیا بت شکن عالمگیر نے اسکی ناک بھی نہ توڑی؟

اس کے علاوہ ہر سائل کو سو پچاس روپیہ کی خیرات بھی تقسیم ہوتی ہو، اس سے اندازہ ہوسکتا ہو کہ یہان کے اخراجات کتنے زیادہ ہونگے یہان کی آمدنی بھی کثیر ہے، علاوہ جاگیرات کے اور سالانہ نذر کے چیلون کو دور دور بھیجکر معتقدین سے بطور دان کے ایک معقول رقم وصول کیجاتی ہو، مگر نصف سے زائد حصہ وصول کرنیوالے چیلے خود ہضم کرجاتے ہین، علاوہ اس کے انتظام بھی انھی چیلون کے ذمہ رہتا ہے، وہ جو چاہتے ہین کرتے ہین

موجودہ مہنت تیس پینتیس سال کی عمر کے ہین، خود نہایت خلیق اور سلیم الطبع معلوم ہوتے ہین، مگر اپنے منصب کے لحاظ سے روحانیت مین کچھ زیادہ دخیل نہین معلوم ہوتے، غرض اس مقام سے ایک شبانہ روز قیام کے بعد ہم لوگ نیچے اترے،

پانڈولینا، ماہور

سیکر سے اُتر کر ہم لوگون نے دو میل کے فاصلہ پر **ماہور** مین آکر قیام کیا، یہان پر ایک پرانا قلعہ ہے، مگر افسوس ہو کہ وقت نہ ہونے سے ہم اس کو دیکھ نہ سکے، البتہ آبادی سے دو تین فرلانگ پر پہاڑ مین پانڈولینا کے نام سے ایک غار ہو، اس کو ہم نے دیکھا، یہ ایک زمین دوز پہاڑی کو تراش کر بنایا گیا ہو اور اس مین ستون قائم کیے گئے ہین، اور اندر اندر متعدد حجرے بھی بنے ہین، یہ غار اب تک مٹی سے بھر گئے تھے مگر حال مین سر رشتۂ تعمیرات سرکار عالی نے انکو کچھ دور تک صاف کرایا ہے، باہر سے دیکھنے مین ان غارون کی کوئی علامت نہین معلوم ہوتی، اور آبادی ماہور کی سطح زمین سے نیچے یہ غار بنے ہوئے ہین، روایت ہو کہ پانچ پانڈو جب تیرہ برس کے لیے جلاوطن کیے گئے تھے تو یہ شرط جلاوطنی کی تھی کہ ایک برس کا زمانہ اسطرح گذارا جائے کہ کوئی شخص ان کو دیکھکر شناخت نہ کرسکے، کہا جاتا ہے کہ یہ غار انھی پانچ بھائیون نے اپنے وجود کو چھپانے کے لیے بنایا تھا، اور اس مین ایک سال انھون نے گذر کیا، مگر یہ روایت قیاس کی تنزل بنیاد پر قائم کیگئی ہے، تاریخ اور ہندو مذہبی کتابون سے اس کی تائید نہین ہوتی ہے، یہ بات بھی سمجھ مین نہین آتی کہ اتنی وسیع عمارت پہاڑ کو تراش کر صرف پانچ بھائیون نے ایک سال مین کیونکر تیار کرلی، علاوہ اس کے ہندو مذہب کی کتابون مین درج ہو کہ تیرہوان سال ان لوگون نے ویراٹ راجہ کے دربار مین اپنا اپنا بھیس بدل کر گذارا تھا، چنانچہ روایت ہے کہ ویراٹ راجہ کے یہان بھیم بحیثیت باورچی مقرر تھا، اور ارجن

مشاغل کے بعض مین راجہ کے محلسرا مین رہتا تھا، اور ایک بھائی گایون کے چرانے پر اور دوسرا ایک بھائی گھوڑون کی نگرانی پر متعین تھا، بہرحال اسکے بانی کوئی بھی رہے ہون خواہ بدھوی جوگی یا پنچ پانڈو، یہ عمارت قدیم زمانہ کی ایک قابل یادگار ہے،

انگ دیو لاہور سے کوچ کرکے ہم **انگ** دیو کے مقام پر پہنچے جو لاہور سے تقریبًا بارہ کوس پر واقع ہے، اس مقام پر ایک مندر ہے، جس کے احاطہ مین تین چشمے گرم پانی کے ہین، اور خود مندر کے اندر ایک چھوٹا سا چشمہ سرد پانی کا بھی ہے، ان چشمون کا پانی اتنا گرم ہے کہ اس کے اندر ایک دم غوطہ لگانا مشکل معلوم ہوتا تھا، ہم لوگون نے دو دن روز یہان قیام کیا، اور خوب غسل کیا، مگر ان چشمون مین دیر تک غسل کرنیکے بعد طبیعت مالش کرنے لگتی تھی، اور چکر معلوم ہوتا تھا، غالبًا ان چشمون کے نیچے گندھک کی کان ہے، جس کی وجہ سے یہ بات پیدا ہوتی ہے اور اسی وجہ سے پانی بھی گرم رہتا ہے لیکن ہندو قوم مین اسکے متعلق ایک روایت اس طرح بیان کی جاتی ہے، کہ اس مقام پر ایک بہت بڑے رشی رہا کرتے تھے، رام چندر جی جب لنکا جا رہے تھے، تو انھون نے اس جگہ پر قیام کیا تھا، اس وقت رشی نے انکی بہت خدمت کی، تو رام چندر جی نے رشی سے کہا کہ "اگر تمکو کچھ مانگنا ہو تو مانگو"، رشی نے جواب دیا کہ مجھے روزانہ صبح و شام ٹھنڈے پانی سے اشنان کرنا پڑتا ہے، کیونکہ مین جذام کے عارضہ مین مبتلا ہون بوجہ مرض و تقاضائے سن مجھے اس مین تکلیف ہوتی ہے، اگر اشنان کے لیے گرم پانی ملے تو بہتر ہے،، اسپر رام چندر جی نے وعدہ کیا کہ ایسا ہو جائیگا، مگر وہ اپنے مشاغل کی وجہ سے اس وقت ایفائے عہد نہ کرسکے، اور لنکا کو روانہ ہوگئے، واپسی مین جب وہ ناندیر پر پہنچے، تو انھین اپنا عہد یاد آیا، اور انھون نے فورًا ایک تیر پھینکا جو اس مقام پر (تقریبًا سو سوا سو میل پار) آکر زمین مین دھنس گیا، اور اس جگہ پر یہ چشمہ گرم پانی کا نکل آیا، اسی وجہ سے وہ بہت متبرک سمجھا جاتا ہے، اور یہان پر سالانہ جاترا بھی لگتا ہے، کہا جاتا ہے چند سال پیشتر یہ چشمے ٹھنڈے ہوگئے تھے، اس وقت اپنے عقیدہ کے مطابق وہان کے پوجاریون نے دان پن کیا، اور منی صاف کرائی، تو پھر پانی گرم ہوگیا ہے، اعتقاد بھی عجب چیز ہے،

اسی طرح ایک ہفتہ کی سیر و تفریح کے بعد ہم پھر اپنے مستقر کو واپس آئے اور ہم پر ثابت ہوگیا کہ دنیا گول ہے،

تلخیص و تبصرہ

المجمع العلمی العربی

شام کا واحد ملک آج تین فرمانرواؤن کی ماتحتی مین ہے، فلسطین پر برطانوی علم لہرا رہا ہے، لبنان اور ساحلی مقامات جن کا مرکزی شہر بیروت ہے، خاص فرانسیسیون کے زیر فرمان ہے، تیسرا اندرونی علاقہ جس کا پایۂ تخت دمشق ہے، زیر سایہ فرانس ایک نیم قومی حکومت کے ماتحت ہے جسکا نام "حکومت اتحاد سوریہ" رکھا گیا ہے، یہی نیم قومی حکومت آج دمشق مین شامی عربون کی علمی کوششون کا جولانگاہ ہے، محمد کرد علی وزیر تعلیمات، اور یہان کی علمی و تعلیمی مساعی کی روح رواں ہین، ان بزرگ کو طرز مذاق اور حمیت تاریخ اسلام کے لحاظ سے شام کا "شبلی" کہہ سکتے ہین، بہرحال شام کے ارباب علم کی کوششون سے دمشق مین ایک خالص علمی عرب ایکاڈمی بنام "المجمع العلمی العربی" چند سال سے قایم ہے، سال نو کے آغاز پر مجمع نے اپنی سالانہ روداد شائع کی ہے، اور جس کا ایک مطبوعہ نسخہ اوس نے ہمارے پاس بھی بھیجا ہے، اس روداد سے مجمع کے متعلق حسب ذیل معلومات کی تلخیص کی جاتی ہے،

مجمع علمی کی بنیاد دمشق کی اس نیم قومی حکومت کی پیدائش کے بعد ہی اس مجمع کی بنیاد پڑی، ابتداءً اس مجمع کو تالیف و ترجمہ کے ایک شعبہ کی حیثیت حاصل تھی، فروری ۱۹۱۹ء مین یہ شعبہ محکمۂ تعلیمات بنا دیا گیا، اور تمام تعلیمی معاملات کی نگرانی، آثار خانہ کی تاسیس اور کتبخانون کی حفاظت اس کے فرائض مین داخل ہوگئی،

جون ۱۹۱۹ء مین یہ محکمہ ایک علمی اکاڈمی کی صورت مین منتقل ہوگیا، جس نے زبان کی اصلاح، جدید معانی اور اشیاء کے لیئے نئے الفاظ کا وضع کرنا، اور اسلاف کے علمی اندوختون، تاریخی آثار کی حفاظت، اور عوام مین علمی ذوق پیدا کرنا اپنا خاص فرض بنالیا،

اِس وقت مجمع کے صدر محمد کرد علی شام کے مشہور فاضل ہین، اِن کے علاوہ تین تنخواہ دار عہدہ دار ہین،
سنہ۲۲ء مین اس کے (۱۰۱) اعزازی ارکان تھے جن مین سے (۳۷) امریکہ، انگلستان، فرانس، اٹلی پرتگال
وغیرہ ممالک مغربیہ کے اساتذہ مستشرقین تھے، اور صرف (۳۴) شام، عراق، مصر، تونس، الجزائر وغیرہ
ممالک اِسلام کے اساتین عِلم و ادب تھے، اب ۲۶ ارکان کا اور اضافہ ہوگیا ہی، غیر شامی ارکان صرف چند مین،
کیا ہم کو حق ہی کہ اراکین مجمع سے دریافت کرین، کہ مشرق مین قابل اعتماد علماء کم ہین، یا اون کی طرف توجہ
کرنا یورپ کی تعظیم کے خلاف ہی؟

اِس مجمع کے تعلقات یورپ کی تقریباً ۱۱۵ عِلمی انجمنون، یونیورسٹیون اور کتبخانون کے ساتھ قایم ہین،
ہمارے سامنے جو رپورٹ ہی اُس مین اِس کا کوئی ذکر نہین کہ ایشیا کی عِلمی انجمنون کے ساتھ مجمع کے روابط کیسے ہین،

مجمع کا رسالہ | اِس مجمع کی طرف سے ماہوار ایک پرچہ "المجمع العلمی العربی" نکلتا ہے، جس مین مجمع کی
ماہوار کارروائی بھی شایع ہوا کرتی ہی، اِس کے مضامین، عموماً یورپ اور ایشیا کے بہترین اہل قلم کے نتائج
افکار ہوتے ہین، جب کِسی شخص کا کوئی مضمون شایع ہونے کے لیئے جاتا ہی تو مجمع کے خاص اجلاس مین
پڑھا جاتا ہی، پھر پوری بحث و تمحیص کے بعد اوس کے چھپنے کے متعلق طے پاتا ہی،

رسالہ کے مضامین زیادہ تر تاریخ اِسلام، عربی کے نوادر کتب، لغت اور ادب کے متعلق ہوتے ہین،
رسالہ وضع و تعریب کے متعلق نہایت بہترین خدمت انجام دیتا ہی، اِس رسالہ کے دیکھنے کے بعد ہم اپنا
فرض سمجھتے ہین کہ عربی خوان اصحاب اور خصوصاً دار العلوم ندوہ کے طلبہ کو مشورہ دین کہ وہ اس
پرچہ کو ضرور منگایا کرین،

وضع و تعریب | اِس مجمع کے قیام کا اہم ترین مقصد زبان کی اصلاح اور جدید الفاظ کا وضع کرنا ہے، اصلاح زبان کے لئے ارکان مجمع نے دو کام
پیش نظر رکھا، ایک یہ کہ عوام نے خالص عربی الفاظ کی جو شکل و صورت بگاڑ دی ہو اوس کی تصحیح کی جائے، اور قدیم
مردہ عربی زبان کو رواج دیا جاے دوسرا اہم کام غیر زبانون کے جدید الفاظ کے لیئے عربی مرادفات کی

تلاش اور ترویج ہی،

تعریب کے متعلق مجمع کا خیال ہی کہ عربی اشتقاق اور مجاز کے قواعد اس قدر وسیع ہین کہ ہم غیر
زبانون سے بہت کچھ بے نیاز ہو سکتے ہین، لیکن ہر شخص اِن سے صحیح فائدہ نہین اٹھا سکتا، اِسی لئے
بنی عباس کے عہد مین مترجمین اور معربین کے لیئے ضرور تھا کہ وہ ہفتہ مین ایک مرتبہ علمائے لغت سے
ملکر، زبان کی اصلاح و ترمیم کرلین، مجمع کا اصول یہ ہی کہ سب سے پہلے مرادفات تلاش کرنے چاہئیں، اگر
کسی غیر زبان کے لفظ کے لیئے کوئی متروک اور غیر فصیح لفظ ملے تو چونکہ وہ لفظ عربی الفاظ کے ڈھانچے کا
ہوگا اس لیئے اجنبی لفظ سے بہتر ہی، جب کوئی مرادف لفظ نہ ملے تو عربی اشتقاق کو ملحوظ رکھتے ہوئے ترجمہ
کرنا چاہیئے، وہ بھی ناممکن ہو تو لفظ کی وضع قطع مین ترمیم کرکے اُسے عربی انداز کا بنا لینا چاہیئے، مجمع نے
اب تک جو الفاظ عربی لغات سے ڈھونڈھ کر نکالے یا بنائے ہین، وہ عموماً قابل پسند و رواج ہین،

خطبات، | دمشق مین شوافع کا ایک قدیم مدرسہ تھا، اوس کی عمارت کو مجمع نے پھر سے درست کرایا ہی، اور
اِس پر حکومت نے (۲۵۰۰) گنی صرف کی ہی، اِس کے آس پاس کے مکانات کو بھی (۲۰۰۰) لیرہ دیکر مجمع نے
متولیون سے خرید لیا ہی، اِس مدرسہ کا بڑا ہال مجمع کے ہفتہ وار علمی خطبات کے لیئے مخصوص ہی، دوسرے
کمرون مین مجمع کا دفتر وغیرہ ہی، سنہ۲۳ء مین مجمع کے (۵۲) عام جلسے ہوئے جن مین (۲۰) اکابر فضلاء نے
تاریخ، فلسفہ، اثریات، لغت اور اخلاقی مضامین پر خطبے دئیے، محمد کرد علی کے عنوانات بحث زیادہ تر
شام اور اندلس کی اسلامی تاریخ سے تعلق رکھتے تھے، ڈاکٹر اسعد بک ڈاکٹر عبد الوہاب، اور ڈاکٹر
صفا بک کے مضامین طب و فلسفہ پر تھے، اسکندر معلوف نے خصائص لغت اور مختلف عنوانات پر خطبہ دیئے
سید عبد القادر مشہور مسلمان ادیب کا سرمایہ بحث زیادہ تر اثریات، اور تاریخ اسلام رہا ہی، مضامین کی
اِس خشکی کے باوجود شایقین کا یہ عالم رہا کہ کبھی مجمع کے حاضرین کی تعداد ۴۰۰ سے کم نہ ہی بلکہ کبھی ۶۰۰
تک بھی پہونچ گئی، اکثر لوگون کو ہال مین جگہ نہ ملنے کی وجہ سے دروازون پر کھڑا رہنا پڑا ہی،

سنہ ۲۳ء سے عورتون کے مجمع مین خطبہ دینے کا تجربہ بھی کیا گیا اور کامیاب رہا، سال گذشتہ ۱۰ خطبے عورتون کے مجمع مین دیئے گئے، شیخ محمد کرد علی کا خیال ہے کہ خواتینِ شام نے اب اپنی کمزوری کا احساس کرلیا ہے، اور وہ اب اصلاح کے لئے آمادہ ہین آیندہ زنانہ لکچرون کا انتظام کافی اہتمام کے ساتھ کیا جاوے گا، عورتون کے مجمع مین زیادہ تر خواتینِ سلف کے کارنامے اور اخلاقیات و حیات خانگی کے مباحث بیان کئے گئے ہین،

کتبخانہ مجمع نے اپنے قیام کے کچھ ہی دنون کے بعد دمشق کے کتبخانہ ظاہریہ کو اپنے انتظام مین لے لیا، اِس وقت اِس کتبخانہ مین ۳۹۰۰۱ کتابین ہین، جن مین سے ۲۴۰۲ کتابین قلمی ہین، مجمع نے اس مین ۹۰۷ کتابون کا اضافہ کیا ہے، جن مین سے ۳۰۲ کتابین قلمی ہین، یہ تو اون کتابون کا ذکر تھا جو عربی زبان مین لکھی گئی ہین، دیگر زبانون کے مطبوعات کی تعداد بھی ۲۰۰۰ سے کم نہین،

کتبخانہ کا اس قدر جلد ترقی کرجانے کی وجہ زیادہ تر ملکی اور غیر ملکی علما کی حاتمانہ توجہ ہے، یہ کتبخانہ زیادہ تر ہدایات اور تحائف کا مرہونِ منت ہے، صرف سنہ ۲۳ء کے آخر ماہ مین ۱۲۰ مجلد قلمی اور مطبوعہ کتابین مجمع کو بطور ہدیہ ملی ہین، جن کی قیمت ۵۰۰ لیرہ سے کم نہین،

کیا ہندوستان کا کوئی قومی کتبخانہ بھی اس قدر خوش قسمت ہے، پروفیسر جادو ناتھ سرکار نے خدابخش خان کے متعلق مغل ایڈمنسٹریشن مین جو مضمون لکھا ہے اوس کو دیکھنے کے بعد شام کی علمی خوش قسمتی پر ہمکو رشک آنا چاہیئے،

مجمع کے کتبخانہ مین تقریباً ۹۰ آدمی روزانہ کی اوسط سے مطالعہ کتب مین مصروف رہتے ہین، یہ بھی قابل ذکر اور مستحق شکر واقعہ ہے،

آثار خانہ مجمع کی نگرانی مین ایک آثار خانہ بھی ہے، جو مدرسہ ظاہریہ کی عمارت مین قایم ہے، شام کے ممالک اپنی قدیم تہذیب و تمدن کے لئے ہمیشہ سے مشہور ہین، اِسلام سے پہلے یہان بڑی بڑی قومین حکمران رہ چکی ہین،

اسلئے علمائے اثریات کو یہان کی تاریخی یادگارون سے خاص شغف رہا ہے، اسلئے یورپ اور امریکہ کے شایقین نے یہان کے نوادر و عجائب کو اپنے ملکی آثار خانون مین پہونچانا شروع کیا تو ٹرکی حکومت نے ایک قانون بنایا کہ جس کی رو سے مشرقی آثار کی بیع و فروخت اور اون کو غیر ممالک مین ہدیہ کے طور پر بھیجنا مسدود ہوگیا، صرف آستانہ مین یادگارین جاسکتی تھین، جس کی وجہ سے آستانہ کا آثار خانہ بہت کچھ دولت مند ہوگیا، جب ترکی حکومت کا خاتمہ ہو کر اوس کی جگہ فرانسیسیون نے لے لی تو ان آثار کا غیر ملکون مین منتقل ہونا قطعاً مسدود ہوگیا، تابعض حکومت فرانس نے ایک قانون منظور کیا ہے جس کے رو سے یہان کے آثار کا یہین کے عجائب خانون اور آثار خانون مین رہنا ضروری قرار پایا،

اِس قبضہ کے بعد ہی مجمع نے اِس آثار خانہ کی بنیاد رکھی، بنیاد رکھنے سے کچھ ہی مہینون کے بعد مجموعہ سکون، مٹی کے برتنون، ہتھیارون اور کتابون اور دیگر آثار کا ایک کافی ذخیرہ جمع ہوگیا، تاہم آثار خانہ اِس سرعت کے ساتھ ترقی نہ کرسکا جتنی سرعت کے ساتھ کتبخانہ مین ترقی ہوئی، کیونکہ اسکی ترقی کا مدار کافی سرمایہ خرچ کرکے زمین کے جگر کو کھود کر قدیم یادگارون کے نکالنے پر ہے، آثار خانہ مین بھی تقریباً ۹۰ آدمی روزانہ دیکھنے کے لئے آیا کرتے ہین،

شاہجہان کا تختِ طاؤس

اِس خبر نے کہ شاہِ ایران کے قرض کی ادائیگی کے لئے ایرانی خزانہ کے جواہرات کا ایک حصہ لندن مین بیچا جائیگا، شاہجہان کے تختِ طاؤس کے مسئلہ کو جو جواہرات سے مرصع تھا اور جسے نادر شاہ سنہ ۱۷۳۹ء مین دہلی سے لے گیا تھا از سر نو زندہ کردیا ہے، بعض اخبارات کا بیان ہے کہ یہ تخت توڑ دیا جائیگا اور دنیا کو تاریخ کی ایک بیش بہا اہم ترین صنعت کی بربادی پر ماتم کرنا پڑیگا، لیکن تعجب ہے کہ یہ قصہ

کہ تختِ طاؤس اب تک طہران مین موجود ہی، کیونکر باقی ہو، حالانکہ لارڈ کرزن نے ۱۸۸۶ء مین اِس کی
پوری تردید کردی تھی، لارڈ موصوف کی اِس تردید سے پہلے اکثر یورپین سیاحون کو اِس کے متعلق دھوکہ
ہوچکا ہی، کیونکہ طہران مین بھی ایک نہایت خوبصورت تخت "تختِ طاؤس" کے نام کا موجود ہی، اور
اونھون نے بلا کسی غور و فکر کے فوراً نتیجہ نکال لیا کہ یہ وہی شاہجہانی تخت ہی، اگر اونھون نے خود
شاہ یا اہلِ دربار سے اِس کے متعلق لارڈ کرزن کی طرح دریافتِ حقیقت کی تکلیف گوارا کی ہوتی، تو اون کو
معلوم ہوگیا ہوتا کہ یہ تخت ہندوستانی تخت نہین ہی، اِس تخت کو اصفہان کے مجتہد اعظم نے فتح علی شاہ
کے لیے جبکہ اوس نے ایک اصفہانی خاتون طاؤس خانم سے شادی کی تھی، بنوایا تھا، شاہ اِس سے
اِس قدر خوش ہوا کہ اوس نے اِس تخت نشینی کو مراسمِ شادی مین ایک ممتاز درجہ عطا کیا اور اوسی
زمانہ سے یہ تخت خاندانِ شاہی کی ایک بیش قیمت ملکیت سمجھی جاتی ہی،

اِس بَین شہادت کے علاوہ ایک بالواسطہ شہادت بھی اِس غلط خیال کی تکذیب کرتی ہے،
ٹورنیر نے ۱۶۶۵ء مین جو تخت دہلی مین دیکھا تھا اور ایران کے موجودہ تخت طاؤسی مین بہت فرق ہے،
وہ دہلی کے مشہور تخت کا اِن الفاظ مین ذکر کرتا ہی "شامیانہ کے سرے پر جو محراب نما ہے، ایک مور
بنا ہوا ہی جو پر پھیلائے کھڑا ہی، اور اوس مین خوش رنگ موزون جواہرات جڑے ہوئے ہین، اوسکا
بدن سونے کا ہی، جو جواہرات سے مرصع ہی، اور اوس کے سینہ پر ایک بہت بڑا موتی لگا ہوا ہی"

طہران کے تخت مین نہ تو کوئی شامیانہ ہی، اور نہ مور، اور اوس کی عام حالت بھی ٹورنیر کے
بیان سے بالکل الگ ہی، جواہرات کے متعلق اِس کا بیان قابلِ وثوق ہونا چاہیے، کیونکہ وہ خود ایک
بڑا جوہری تھا، مگر اب سوال یہ ہی کہ اگر یہ تخت شاہجہانی تخت نہین ہی تو اوس کا کیا حشر ہوا؟ لارڈ
کرزن کا بیان ہی کہ اون کو سخت کوششون کے بعد یہ معلوم کرنے مین کامیابی ہوئی ہی کہ آغا محمد شاہ نے
جب نادر شاہ کے نابینا پوتے کو سخت اذیتین دیکر اوس تخت کو حاصل کیا تو وہ شکستہ و برباد حالت مین تھا،

اِن باقی ماندہ ٹکڑون سے ایک نیا تخت بنایا گیا جو ابتک وہان کے شاہی عجائب خانہ مین موجود ہی،
مگر خود لارڈ کرزن کو بھی اِس تحقیقات پر کامل اعتماد نہین ہی، کیونکہ وہ اِس تحریر کے بعد
فریزر کا بیان جو اوس نے ایک سے سُنا تھا نقل کرتے ہین،

"جب نادر شاہ قتل کردیا گیا اور اوس کا خیمہ لوٹ لیا گیا تو تختِ طاؤس اور شامیانۂ مروارید
ہمارے ہاتھون مین پڑا اور ہم نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے آپس مین بانٹ لیا"

بہرحال اِس بیان سے کم از کم یہ بات ضرور ثابت ہوتی ہی کہ دنیا کا یہ خیال کہ شاہجہانی تخت ابتک
موجود ہی، غلط ہی، اور وہ صدیون پہلے اپنے مالک کی طرح دنیا سے نابود ہوچکا ہی،

(ماخوذ از اسٹیٹسمین)

اخبارِ علمیہ

۱۹۱۱ء مین صرف چار سلطنتین آسٹریلیا، نیوزیلینڈ، فنلینڈ اور ناروے، ایسی تھین جن مین عورتون کو مساویانہ حقوق حاصل تھے اور ۱۹۲۰ء مین اون کی تعداد ۲۴ ہوگئی، ۱۹۱۱ء مین ..... ۳۵ عورتون کو برابر حقوق حاصل تھے اور ۱۹۲۱ء مین .... ۱۲۰ عورتون کو یہ عزت حاصل ہوگئی،

دنیا کی سب سے چھوٹی چڑیا امریکہ مین پائی جاتی ہو، یہ ننھا پرندہ اتنا مختصر ہوتا ہو کہ چار کی چمچی مین نہایت ہی آرام دہ و نرم آشیانہ بنا سکتا ہو، امریکہ کے ماہرین طیور نے ابتک اس کی چار سو قسمین معلوم کی ہین، اس قسم کی سب سے طویل چڑیا ½۸ انچ اور سب سے چھوٹی دو انچ سے بھی کم ہوتی ہو، اس کی غذا کیڑے اور گلاب ہو، اگرچہ اس حیثیت سے یہ ایک مفید پرندہ ہو، لیکن اہلِ امریکہ کے شوقِ طیور نے اس جنس کو تو فنا کے لب تک پہونچا دیا ہو،

مکانات و دکانات مین آگ بجھاتے وقت، کام کرنے والون کو خود اپنی جان کا بہت خطرہ رہتا تھا، اب امریکہ کے ایک مغربی شہر نے اس خوف کے ازالہ کے لیئے اُسی انجن مین ایک ایسے جزء کا اضافہ کیا ہے، جس سے یہ ڈر ہمیشہ کے لئے فنا ہو جائے گا، آگ بجھانے والا اپنے انجن پر بیٹھ کر آگ مین گھس سکتا ہے، کیونکہ انجن کے پیچھے سے ہر وقت ایک آبی چادر اوس کو آگ کی وست درازیون سے مامون و محفوظ بنا دیتی ہے، یہ چادرِ آب حسب ضرورت ۲۵ فٹ تک پھیلائی جا سکتی ہو،

ماہرینِ اثریات کا خیال ہو کہ امریکہ ایک قدیم تمدن و تہذیب کا مالک تھا، میکسیکو کی "وادی الشمس" سے جو مکانات و برتن نکلے ہین اونھون نے اس خیال کو درجۂ یقین تک پہونچا دیا ہو، دیوارون کی تحریرین، بت، اور ظروف اس نظریہ کی تصدیق پر کافی روشنی ڈالینگے،

بحری انسان کو ہر وقت سمندر کی شفاف سطح مین اپنی موت کا خوفناک چہرہ دکھائی دیتا ہو، اس نے حفاظت و امن کے لیئے سیکڑون صورتین ایجاد کر رکھی ہین، اور سالانہ لاکھون روپے، ان سامانون کے مہیا اور نئی چیزون کی ایجاد کے لیئے خرچ کرتا ہو، اس سال اس سلسلہ مین ایک اور کڑی کا اضافہ ہوا ہے، اس کی ایجاد کا سہرہ ایک فنیشی ملاح کے سر ہے، یہ ایک مستحکم دلو نما تھیلا ہو، جس مین آدمی کھڑا ہو سکتا ہے، تمام بدن ایک خاص قسم کے کپڑے سے، جس پر پانی اثر نہین کرتا ڈھکا ہوتا ہو، اور سانس لینے کی تھیلی سطحِ آب سے نکلی رہتی ہو جس کو دیکھ کر گذرنے والے جہاز فوراً سمجھ سکتے ہین کہ یہان کوئی شخص محتاجِ مدد ہو، اس کے ساتھ اگر پہننے والا چاہے تو تیر بھی سکتا ہو، اور یہ کپڑے اوس کے لیئے معاون ثابت ہون گے۔

عرصہ سے چینی علاقہ منگولیا مین اثریات کی تحقیقات کا سلسلہ جاری ہو، حال ہی مین تیسری علمی مہم نے اثریات سے اس بات کا پتہ چلایا ہو کہ ہزارون برس پہلے شمالی امریکہ اور ایشیا ایک وسیع حصۂ ارضی کے ذریعہ ملے ہوئے تھے، اسی سلسلہ مین ایک عظیم الجثہ گینڈے کی ہڈیان ملی ہین، جو ۲۴ فٹ لنبا اور ۱۲ فٹ اونچا تھا، موجودہ گینڈا اس کے مقابلہ مین حقیر معلوم ہوتا ہو

ہمارے برادرانِ وطن کے تین اعلیٰ طبقے (برہمن، کھتری اور ویش) زنار استعمال کرتے ہین اس کے لئے سنسکرت مین "اپوت" کا لفظ ہو اور ہم ابتک سمجھتے تھے کہ اس سے یہ رشتۂ مقدس مقصود ہو مگر پنڈت ویدو سیکھر شاستری نے ڈاکٹر ٹیگور کے سہ ماہی رسالہ وشو بھارتی مین لکھا ہو کہ اس کے اصلی

معنی جامۂ بالا کے ہین اور ہندو قوم کے افراد خاص مواقع پر اون کو تمام کپڑون کے اوپر پہنا کرتے تھے، ابتدا اً یہ جامہ بالا چمڑے کا ہوتا تھا، پھر کپڑے کا ہوا، اور اب موجودہ صورت مین رائج ہی، دوسری آرین قوم (آتش پرست پارسی) مین بھی یہ کپڑا رائج تھا، اور اب بھی وہ تھوڑے اختلاف کے ساتھ اِس زنار کو استعمال کرتے ہین،

یورپ و امریکہ مین مرض النوم پھیل رہا ہی اور مختلف بہترین طبی دماغ دریافتِ علاج کے لیے کوشان ہین، اور اب اون کی مساعی بار آور ہوتے نظر آتی ہین معلوم ہوا ہی کہ امریکہ کی ایک مشہور طبیبہ ڈاکٹر لوئس پیرس نے اِس کی دوا معلوم کرلی ہی، اور اونھون نے ۴ مہینون تک نہایت ہی کامیابی سے بلجیم کے افریقی علاقہ کانگو مین اِس کا تجربہ بھی کرلیا ہی،

دنیا کے مختلف عجائب خانون مین گھڑی بھی ایک ممتاز درجہ رکھتی ہی قبل التاریخ کا انسان گھانس کی ایک رسی بناتا اس مین متعدد گرہین دیتا، اس کو لٹکاتا، اور اُس کے ایک سرے کو سلگاتا ہی، رسی کی گرہون کا جلنا اوسے وقت کی خبر دیتا ہے، اِس کے بعد موم کی بتیان اور شمعین ایجاد ہوئین، اور موجودہ گھڑی کے وجود سے تین سو برس پہلے غیر متمدن اِنسان نے ایک آلہ تیار کیا جو گھنٹون کی آواز سے وقت کی خبر دیتا تھا، یہ عجیب گھڑی پیالی سے بڑی تھی، اور امریکہ مین ۵۰۰ ڈالر کو بکی ہے،

حال ہی مین ایک یورپین موجد نے اپنا ہاتھ گرم پگھلے ہوئے سیال لوہے مین ڈال دیا، اِس کا ہاتھ بالکل نہ جلا، بلکہ وہ سیال لوہا، چھوٹے چھوٹے دانون مین منقسم ہوکر ادھر اودھر گرتا اور خاک ہوجاتا، تاہم جب اوس نے ہاتھ نکالا تو وہ روشن شعلہ کی طرح سُرخ تھا،

ہم قطعۂ ارضی کے بسنے والے صرف ایک چاند کی ضیا پاشیون سے مستفید ہوتے ہین، لیکن سکانِ عطارد بہ یک وقت ایسے پانچ چھ چاندون کا لطف اُٹھاتے ہین، اون کے یہان نو چاند ہین، وہ نہایت ہی تیزی سے عطارد کے گرد چکر لگاتے ہین، اور اب اون کے مقامات بھی معلوم ہوگئے ہین،

سر ہنری وکہم، ربڑ کے تاجرون مین اولیت کا مرتبہ رکھتے ہین، جنوبی امریکہ مین اونھون نے ایک درخت کا پتہ چلایا ہی جس سے کپاس کے درخت کی طرح روئی حاصل کی جاسکتی ہی، یہ روئی کسی حیثیت سے موجودہ روئی سے کم نہین، اِس کا نام ارغن ہی،

طیارون کے سلسلہ ترقی مین مسٹر ڈبلو، ایف، اگر ہرڈ نے ایک نیا اضافہ کیا ہے، اب تک طیارچی جہاز کو موٹر کی طرح اڑاتے تھے، مگر اب ایک بائیسکل کے طرز کا جہاز بنایا گیا ہے، جو صرف پائدانون (پیڈس) کی حرکت سے پرواز کرتا ہے، اگرچہ اس کی پرواز ابھی تک سنسنی خیز ثابت نہین ہوئی ہے تاہم امید ہے کہ بہت جلد یہ بات بھی حاصل ہوجائیگی،

جاپان کی خلیج گوگیشو کے پانی کا رنگ اندنون خونی ہو رہا ہے، یہ رنگ دسمبر سے ۱ جنوری تک بڑھتا ہے، اور اس کے بعد مارچ تک گھٹتا جاتا ہے، یہ تبدیلی ۱۸ سے ۲۰ فٹ تک کی گہرائی تک ہے، اس کا سبب ایک خاص قسم کی مچھلیون کی کثرت ہے،

ادبیات

سفرنامۂ ایران،

مرسلہ ڈاکٹر سر اقبال

لاہور کے ایک طالب علم محمد اکبر منیر صاحب ایک مدت سے ایران کی سیاحت کر رہے ہین، اور آج کل وہ بغداد مین ہین، انھون نے وہان سے ڈاکٹر سر اقبال کے نام اپنی چند فارسی نظمین بھیجی ہین، اور ڈاکٹر صاحب نے از راہ لطف انکو معارف کے صفحات کے لیے موزون خیال فرمایا ہے، چنانچہ محمد اکبر منیر صاحب کی یہ ایک نظم آج ہدیۂ ناظرین ہے، ایران کے قیام کا اثر زبان کے محاورات اور روزمرہ پر بالکل نمایان ہے،

شتربانا بیا بر بند محمل — کہ دارم عزم خاکِ پاک بغداد

چہ بغدادی کہ معروفِ جہان بود — بہ باغِ علم و فضل و دانش و داد

بسے خون خوردم اندر خطۂ رے — بسے دیدم ز جورِ چرخ و بیداد

چہ می پرسی ز من از مردمانش — کہ چشم دہر چہرشان مبیناد

ہمہ خورشید رخسارند و مہ رو — ہمہ حوری نژادند و پری زاد

نگویم مردمان بے کمالند — ندارند از برائی زندگی زاد

ولے افتاد دور از آدمیت — خداوندا بہ این مردم چہ افتاد

شد از کردارِشان ویرانہ ایران — زخاکِ ناصری تا استرآباد

مرا با نیکوانش وقت خوش بود — ولیکن این شنیدستم ز اُستاد

ہر آنجائیکہ شد دور از طبیعت — کہ می تازند مردم رو بہ افساد

نباشد آن سزاوارِ خردمند — نباشد در خورِ مردانِ آزاد

در آن روزے رسد شمشیرِ چنگیز — دیا طوفانِ نوحؑ و صرصرِ عاد

طبیعت مادری نامہربان است — طبیعت را خدا طینت چنین داد

چو آتش در فتد اندر نیستان — دہد خشک و ترش را پاک بر باد

ہوائے آن محیط است آدمی سوز — کہ فرد دنیش باشد ہمچو مُرداد

نباشد زندگی شیرین بہ شہری — کہ خسرو را کند ہم سنگِ فرہاد

زہر مردمی پاکیزہ گوہر — کہ کارشان بخاکِ رے بیفتاد

ندارم چارۂ جز اینکہ گویم — کہ لطفِ حق ہمیشہ یارِشان باد

خیالِ حسرت

خودبینیٔ تو بسکہ بہ تمکین برابر است — فریادِ من بہ شکوۂ رنگین برابر است

آیندہ وعدہائے وصالِ تو شوق را — در تازگی بہ لطفِ نخستین برابر است

کفرم گرت خوش است بایمان ملاحظہ کن — پیشِ من ارمغانِ دل و دین برابر است

اظہارِ امتنانِ تو بر ترکِ عشقِ من — در پردہ با نہایتِ نفرین برابر است

بائینِ بزمِ عیشِ تو ام گوشۂ بخاک — با صد ہزار بستر و بالین برابر است

تاریک بختِ من کہ مرا ناز ہا بر وست — با گیسوئے سیاہ خودت بین برابر است

حسرت برائے بلبلِ ناکام در چمن

شکرِ بہار و شکوۂ گلچین برابر است

انوارِ معارف

از

سید ماجد علی صاحب، بی اے، ایل ایل بی، وکیل ہائیکورٹ، رئیس الہ آباد متخلص بہ ماجد

سمٹ کے عالم کا نور زاہد مری جبینِ نیاز مین ہے — ازل کا افسانہ تا قیامت کسی کی زلفِ دراز مین ہے

ازل سے ہے ایک ربط پنہان، کوئی گدا ہو کہ بادشا ہو — وہی ہے محمود کی جبین پر، شکن جو زلفِ ایاز مین ہے

ازل کا نغمہ ہے اب بھی جاری، سنے اگر گوشِ دل سے کوئی — چھڑا ہے اب تک وہی ترانہ، جہان اُسی سوز و ساز مین ہے

ہزار پہلو سے دل ہمارا کسی پہ قربان ہو رہا ہے — رکوع بھی ہین سجود بھی ہین، نمازی اپنی نماز مین ہے

بس اک یہی راز مستقل ہے، جہان مین گر ہو تو بس دل آئے — جو کچھ بھی ہے دل مین آدمی کے، وہ صرف دل کے گداز مین ہے

زمانے بھر مین ہے اوس کا جلوہ، کبھی کسی جا، کبھی کسی جا — کبھی ہے بالائے طورِ سینا، کبھی دیارِ حجاز مین ہے

ہر ایک برگ و گل و ثمر کو، نگاہِ کامل سے دیکھو ماجد

عجیب اک عالمِ حقیقت نہان حجابِ مجاز مین ہے،

علم الکلام

مولانا شبلی مرحوم کی وہ مشہور تصنیف جس مین علم الکلام کی تاریخ اور اس کے عہد بہ عہد کی ترقیاں اور تدریجی رفتار، اور ہر دور کے اکابر متکلمین کے مسائل و مجتہدات پر تبصرہ ہے، مدت ہوئی کہ ناپید ہو گئی تھی، اب مطبع معارف نے نہایت عمدہ کاغذ پر اہتمام کے ساتھ چھاپا ہے، قیمت عہ

"منیجر"

مطبوعاتِ جدیدہ

طاہرہ یہ اُردو کے مستند اُستاد جناب مولانا عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی کا جدید ناول ہے۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانون اور عیسائیون مین باہمی میل جول، کھانا پینا، رہنا سہنا مذہباً جائز ہے، ناول کا پلاٹ اس فرضی داستان پر قایم کیا گیا ہے کہ مولوی عزیز اللہ کا لڑکا ولی اللہ فرنگی محل مین پڑہتا تھا مولوی صاحب رزیڈنسی مین ملازم تھے، اون کے تعلقات کپتان مکنتاش سے نہایت اچھے تھے، جن کی میم صاحبہ مولوی صاحب کے یہان برابر آتی جاتی تھین، جن سے اون کی بھتیجی طاہرہ انگریزی اور عربی پڑھتی تھی، مولوی صاحب نے اپنی بھتیجی کا عقد اپنے بیٹے سے کرنا چاہا، مگر اوس نے ملا معین الدین فرنگی محلی کے فتوی کے بموجب انکار کر دیا، باپ نے بیٹے کو مجبور کرنا چاہا، مگر بیٹے نے ترک وطن کر دیا، جس کے غم مین مولوی صاحب اور اون کی بیوی دونون مر گئے، طاہرہ کی پرورش کپتان صاحب نے کی، اپنی زندگی کے آخر مین کپتان صاحب نے اپنا سارا ترکہ طاہرہ کے حق لکھ دیا، ولی اللہ چند دنون کے بعد ممالک اسلامیہ کی سیاحت کر کے واپس آیا، وہان مسلمانون اور عیسائیون کے باہمی میل جول کی کیفیت دیکھ کر اس کے خیالات بدل چکے تھے، آخر مین ملا معین الدین کو بھی اپنے فتوی سے رجوع کرنا پڑا، اور ان دونون کا نکاح خود ملا معین الدین نے پڑھایا، رزیڈنٹ صاحب بہت خوش ہوئے، خصوص اس امر سے کہ مسیحیون سے تعلقات معاشرت ترک کرنا جو ہندوستان کے علماء کے نزدیک دین و مذہب کا بڑا ضروری مسئلہ تھا، ولی اللہ نے ممالک اسلام مین پھر کر اور بڑے بڑے علماء سے پوچھ کے اوس کے خلاف فیصلہ کیا" افسانہ دلچسپ ہے، اور حضرت شرر کی عام تصنیفات کی عام صف مین داخل ہے، مگر ہمین صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اس ناول کی ضرورت آج نہین، آج سے تیس چالیس برس پہلے تھی، قیمت عہ

پتہ منیجر دلگداز، محلہ کڑہ بزن بیگ خان، لکھنؤ،

پیغام محمدی حصۂ اول یہ کتاب ہمارے مخدوم مولانا سید محمد علی سابق ناظم ندوۃ العلما کی تصنیف ہی، جس کو اونھون نے پادری صفدر علی کے نیاز نامہ اور پادری ٹھاکر داس کے رسالہ عدم ضرورت قرآن کے جواب مین محققانہ دلائل اور مہذب انداز مین تصنیف کیا تھا، پہلی مرتبہ ۱۳۰۰ھ مین یہ کتاب شائع ہوئی تھی، اب پھر گیا کے ایک بزرگ نے اِس کے پہلے حصہ کو شائع کیا ہی، اِس کتاب مین پادریون کے اوس مشہور اعتراض کا جواب دیا گیا ہی کہ جب قرآن کتب سابقہ کی تصدیق کرتا ہی تو پھر جدید کتاب قرآن کی کیا ضرورت ہی، کتاب مبسوط ہی، خلاصہ مباحث یہ ہی کہ، تصدیق یا تعریف و توصیف کا مطلب یہ نہین ہوتا کہ تمام جزئیات کو تسلیم کر لیا جائے، قرآن شریف بائبل کے پورے مجموعہ کی تصدیق نہین کرتا، توراۃ (اسفار خمسہ) اور زبور کو چھوڑ کر عہد عتیق کے بہت سے رسائل غیر نبی کے ہین، بعض کتابین انبیا کی طرف منسوب کی جاتی ہین، اون کی اندرونی شہادتون اور بعض پادریون کے اعتراف کو سند آپیش کر کے ثابت کیا ہی کہ یہ کتابین جنکی طرف منسوب کیجاتی ہین ان کے بعد تصنیف کیگئی ہین، زبور کے ۱۲ ابواب کے علاوہ دیگر ابواب باتفاق دوسرون کے لکھے ہین توراۃ کے اسفار خمسہ کے علاوہ چھ کتابین اور ہین جو حضرت موسیٰ کیطرف منسوب کیجاتی ہین، ان پانچ کو ترجیح دینے کی کوئی تاریخی دلیل موجود نہین، علاوہ برین ان پانچ کتابونکی اندرونی شہادتون سے واضح ہی کہ ان مین بھی الحاق ہوا، قرآن مجید اہل کتاب کے جن عقائد کی تردید کرتا ہی ان سے اکثر یہ کتابین بری ہین، عقیدہ تثلیث کا مدار یوحنا ۵ ورس ۷ پر ہی کہ تین ہین جو آسمان پر شہادت دیتے ہین، باپ، کلام اور روح القدس خود پادریون کو اسکا اعتراف کرنا پڑتا ہی کہ یہ عبارت قدیم نسخون مین نہین ملتی، عقیدہ کفارہ سے بھی کتب سابقہ منزہ ہین، ان کی تعلیمات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مدار نجات عمل اور توبہ پر ہے آخر مین قرآن اور کتب سابقہ کی مماثل تعلیمات کا مقابلہ کیا گیا ہے اور اسلام کی حقیقت اور پیمبر اسلام کی صداقت کے ثبوت پر کتاب ختم کر دی گئی ہی، ہندوستان مین صداقت حق پرستی، اور سنجیدگی کے ساتھ مناظرہ کرنے والون کی کمی نہین لیکن مولانا محمد علی ان بزرگون مین ہین جنکی نظیر صرف قرن سابقہ مین مل سکتی ہی۔

پتہ:- مطبع رحمانیہ مخصوص پور مونگیر

مجلد سیزدھم | ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۴ء | عدد چہارم

مضامین